تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ
مفسر قرآن مبلغ اسلام پیر ابو النصر حضور باباجی
منظور احمد شاہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 15

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــــــــــــــــ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 15)

مصنف ــــــــــــــــــــــــ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ ــــــــــــــــــــــــ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ ــــــــــــــــــــــــ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ ــــــــــــــــــــــــ عبدالقدیر فریدی

طباعت ــــــــــــــــــــــــ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت ــــــــــــــــــــــــ جون 2011ء

ناشر ــــــــــــــــــــــــ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685,4466985

فہرست مضامین (پارہ نمبر15)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	**سورۂ بنی اسرائیل**	۱۷		۳۲
۲	اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب کو سیر (معراج) کرانے کا تذکرہ	۱۷	۱	۳۳
۳	معراج مصطفےٰ ﷺ کے حسین موتی	۱۷	۱	۳۳
۴	معراج مصطفےٰ ﷺ پر ایک غیر مسلم کی گواہی	۱۷	۱	۳۶
۵	معجزۂ معراج کی تاریخ	۱۷	۱	۳۷
۶	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دینے اور قوم کو ہدایت کرنیکا ذکر	۱۷	۲	۳۹
۷	اولادِ نوح پر کشتی میں سوار کرنے کے احسان کا ذکر	۱۷	۳	۳۹
۸	بنی اسرائیل کی زمین میں دو مرتبہ فساد پھیلانے کی پیشین گوئی	۱۷	۴	۳۹
۹	بنی اسرائیل کی پسپائی	۱۷	۵	۴۱
۱۰	اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی پھر مالوں اور بیٹوں سے مدد فرمائی	۱۷	۶	۴۱
۱۱	نیکی پر اجر جبکہ برائی کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا پڑے گا	۱۷	۷	۴۲
۱۲	حضور ﷺ کی جلوہ گری سے یہودیوں کے حالات بہتر ہو گئے	۱۷	۸	۴۲
۱۳	اگر یہودیوں نے اتباعِ مصطفیٰ کی تو بچ جائیں گے ورنہ برباد	۱۷	۸	۴۲
۱۴	قرآن مقدس سیدھے اور مضبوط راستے کی ہدایت دیتا ہے	۱۷	۹	۴۴
۱۵	آخرت کو جھٹلانے والوں کیلئے دردناک عذاب کی وعید	۱۷	۱۰	۴۴
۱۶	انسان جلد بازی میں اپنی برائی کی دعا کر لیتا ہے	۱۷	۱۱	۴۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	رات اور دن میں اللہ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں	۱۷	۱۲	۴۵
۱۸	ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا گیا ہے	۱۷	۱۳	۴۷
۱۹	قیامت کے دن ہر شخص اس کو پڑھ کر اپنا محاسبہ خود کرے گا	۱۷	۱۴	۴۷
۲۰	جس نے ہدایت حاصل کی اس میں اُسی کا ہی فائدہ ہے	۱۷	۱۵	۴۷
۲۱	جس نے گمراہی کو اختیار کیا اس میں اُسی کا ہی نقصان ہے	۱۷	۱۵	۴۷
۲۲	متکبرین نافرمانی کر کے عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں	۱۷	۱۶	۴۹
۲۳	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کی ہر طرح خبر رکھنے والا ہے	۱۷	۱۷	۴۹
۲۴	دنیا چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ جلد دنیا عطا فرما دیتا ہے	۱۷	۱۸	۴۹
۲۵	مگر اس کے بعد جہنم کا عذاب ہے	۱۷	۱۸	۴۹
۲۶	اور جو مومن آخرت کی کوشش کرتا ہے اللہ اُسے قبول فرماتا ہے	۱۷	۱۹	۵۱
۲۷	اللہ کی مہربانیاں اور اسکی بخشش کسی پر بند نہیں	۱۷	۲۰	۵۱
۲۸	درجات کے لحاظ سے آخرت ہی بلند و بالا اور فضل و کرم والی ہے	۱۷	۲۱	۵۱
۲۹	مشرکین ہمیشہ ناکام اور مذموم ہیں	۱۷	۲۲	۵۲
۳۰	والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	۱۷	۲۳	۵۳
۳۱	والدین کیلئے عاجزی اور نرم دلی کا بازو جھکائے رکھو	۱۷	۲۴	۵۳
۳۲	اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیات کو خوب جانتا ہے	۱۷	۲۵	۵۳
۳۳	رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق کی تلقین	۱۷	۲۶	۵۵
۳۴	فضول خرچی سے بچنے کا حکم	۱۷	۲۶	۵۵

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورة	مضامین	نمبر شمار
۵۵	۲۷	۱۷	فضول خرچ شیطان کا بھائی ہے اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا	۳۵
۵۵	۲۸	۱۷	اعزا، اقرباء سے مالی تعاون نہ ہونیکی صورت میں نرم بات کا حکم	۳۶
۵۵	۲۹	۱۷	کنجوسی اور فضول خرچی دونوں کو چھوڑ کر درمیانہ راستہ اختیار کرو	۳۷
۵۶	۳۰	۱۷	اللہ تعالیٰ جس کا چاہے رزق تنگ کر دیتا ہے	۳۸
۵۷	۳۱	۱۷	اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو	۳۹
۵۷	۳۲	۱۷	زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے	۴۰
۵۷	۳۳	۱۷	مقتول کے ورثاء کو ناحق قتل کے قصاص کی اجازت	۴۱
۶۰	۳۴	۱۷	یتیم کا مال ناحق کھانے کی سخت ممانعت	۴۲
۶۰	۳۵	۱۷	ناپ، تول کو پورا رکھو اور صحیح ترازو سے تولو، یہی بہتر ہے	۴۳
۶۱	۳۶	۱۷	کان، آنکھ اور دل کو بھی برائی سے دور رکھو	۴۴
۶۳	۳۷	۱۷	زمین پر اکڑ کر مت چلو	۴۵
۶۳	۳۸	۱۷	ان تمام برے کاموں کی برائی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے	۴۶
۶۳	۳۹	۱۷	مشرکین کو ٹھکانہ دوزخ ہے	۴۷
			کفار نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ دیا جبکہ اپنے لئے بیٹوں	۴۸
۶۳	۴۰	۱۷	کے خواہش مند ہیں	۴۹
۶۵	۴۱	۱۷	اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ سے انہیں نصیحت دی	۵۰
۶۵	۴۲	۱۷	اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہوتے تو وہ بھی اللہ تک پہنچ چکے ہوتے	۵۱
۶۵	۴۳	۱۷	اللہ تعالیٰ کفار کی باتوں سے بہت بلند اور پاک ذات ہے	۵۲

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	زمین وآسمان کی ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے	۱۷	۴۴	۶۵
۵۴	تلاوتِ قرآن کے وقت اللہ تعالیٰ کفار اور حضور ﷺ کے			
۵۵	درمیان حجاب ڈال دیتا ہے (کہ وہ ایذاء نہ پہنچا سکیں)	۱۷	۴۵	۶۷
۵۶	آخرت کو جھٹلانے والوں کے دلوں پر پردے ہیں	۱۷	۴۶	۶۸
۵۷	کفار حضور ﷺ کو جادوگر کہتے	۱۷	۴۷	۷۰
۵۸	کفار حضور ﷺ کی گستاخی کے باعث گمراہ ہوگئے	۱۷	۴۸	۷۰
۵۹	کفار کا قیامت کے دن دوبارہ اٹھانے پر تعجب کا اظہار	۱۷	۴۹	۷۲
۶۰	محبوب! فرما دیجئے خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا پھر بھی اٹھائے جاؤ گے	۱۷	۵۰	۷۲
۶۱	وہی تمہیں اس دن اُٹھائے گا جس نے تمہیں پہلے پیدا کیا	۱۷	۵۱	۷۲
۶۲	قیامت کو سب اللہ کی حمد کرتے ہوئے حاضر ہونگے	۱۷	۵۲	۷۲
۶۳	اللہ کے بارہ میں عمدہ باتیں کرو، شیطان سے بچو	۱۷	۵۳	۷۴
۶۴	محبوب! آپ انکے ذمہ دار نہیں اللہ چاہے تو رحم کرے یا عذاب دے	۱۷	۵۴	۷۴
۶۵	اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی	۱۷	۵۵	۷۴
۶۶	اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی	۱۷	۵۵	۷۴
۶۷	تمہارے بت کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں	۱۷	۵۶	۷۶
۶۸	تمہارے جھوٹے معبود بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں	۱۷	۵۷	۷۶
۶۹	ہر بستی کو قیامت سے پہلے ہلاک کردیا جائیگا یا عذاب ہوگا	۱۷	۵۸	۷۶
۷۰	اللہ تعالیٰ قوم کو ڈرانے کیلئے معجزات بھیجتا ہے	۱۷	۵۹	۷۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	معراج کے موقع پر کرائے جانے والے مشاہدات کا ذکر	۱۷	۶۰	۷۸
۷۲	شجرِ زقوم کو ملعون قرار دیا گیا جس سے جہنمی کھائیں گے	۱۷	۶۰	۷۸
۷۳	ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا	۱۷	۶۱	۸۱
۷۴	ابلیس نے کہا میں اولادِ آدم کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا	۱۷	۶۲	۸۱
۷۵	اللہ نے فرمایا تُو اور تیرے پیروکاروں کی سزا جہنم ہے	۱۷	۶۳	۸۱
۷۶	شیطان کے وعدے تو صرف دھوکہ ہیں	۱۷	۶۴	۸۲
۷۷	اللہ کے نیک بندوں پر شیطان کا کوئی بس نہ چلے گا	۱۷	۶۵	۸۲
۷۸	تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے	۱۷	۶۶	۸۲
۷۹	سمندر میں تکلیف پہنچنے پر بت تو تمہارے کام نہیں آتے	۱۷	۶۷	۸۴
۸۰	اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہاری مدد فرماتا ہے لیکن تم پھر بھول جاتے ہو	۱۷	۶۷	۸۴
۸۱	اللہ تعالیٰ خشکی پر بھی تمہیں مصیبت میں مبتلا کرسکتا ہے	۱۷	۶۸	۸۴
۸۲	کیا تمہیں ڈر نہیں کہ اللہ کشتیوں پر طوفان بھیج دے	۱۷	۶۹	۸۴
۸۳	اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو اپنی دیگر مخلوقات پر فضیلت بخشی	۱۷	۷۰	۸۶
۸۴	خشکی اور سمندر کی سواریاں اللہ کی عطا کردہ ہیں	۱۷	۷۰	۸۶
۸۵	قیامت کے دن لوگوں کو اُنکے اماموں کے ساتھ بلایا جائیگا	۱۷	۷۱	۸۶
۸۶	جو شخص اس دنیا میں گمراہ رہا آخرت میں بھٹکا ہوا ہوگا	۱۷	۷۲	۸۸
۸۷	کفار کی غلط پیش کش کا ذکر	۱۷	۷۳	۸۸
۸۸	اللہ کی توفیق سے ہی کفار کے دھوکوں سے بچا جاسکتا ہے	۱۷	۷۴	۸۸

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۸۸	۷۵	۱۷	کفار کی خواہشات کی طرف میلان دگنے عذاب کا سبب ہے	۸۹
۹۱	۷۶	۱۷	مسلمانوں کو ملک بدر کرنے کی سازشوں کا ذکر	۹۰
۹۱	۷۷	۱۷	اللہ تعالیٰ کا دستور تمام انبیاء کیلئے یکساں ہے	۹۱
۹۱	۷۸	۱۷	دیگر نمازوں کے ساتھ فجر کی نماز کی تلقین	۹۲
۹۲	۷۹	۱۷	نماز تہجد ادا کرنے کی تلقین	۹۳
۹۳	۷۹	۱۷	حضور ﷺ کو مقام محمود پر فائز کرنے کی عظیم خوشخبری	۹۴
۹۳	۸۰	۱۷	اللہ کی بارگاہ میں سچائی کی دعا کرنے کا حکم	۹۵
۹۳	۸۱	۱۷	محبوب! فرما دیجئے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل کو مٹنا ہی تھا	۹۶
۹۵	۸۲	۱۷	قرآن مقدس میں مومنوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے	۹۷
۹۵	۸۳	۱۷	انسان مصیبت میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور خوشی میں بھول جاتا ہے	۹۸
۹۵	۸۴	۱۷	اللہ خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت والے طریقے پر ہے	۹۹
۹۷	۸۵	۱۷	محبوب! فرما دیجئے روح میرے رب کا حکم ہے	۱۰۰
۹۷	۸۶	۱۷	اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا کوئی حمائتی و مددگار نہیں	۱۰۱
۹۷	۸۷	۱۷	محبوب! آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے	۱۰۲
۱۰۰	۸۸	۱۷	تمام انس و جن مل کر بھی قرآن کی مثل نہیں لا سکتے	۱۰۳
۱۰۰	۸۹	۱۷	قرآن میں لوگوں کی ہدایت کیلئے اکثر مثالیں بیان فرمائی ہیں	۱۰۴
۱۰۲	۹۱،۹۰	۱۷	کفار کے معجزہ طلب کرنے کا ذکر	۱۰۵
۱۰۲	۹۲	۱۷	کفار کہتے، آپ اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے کر آئیں	۱۰۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	آپ آسمان پر بھی چڑھ جائیں، کفار پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے	۱۷	۹۳	۱۰۲
۱۰۸	محبوب فرما دیجئے! میرا رب پاک ہے میں تو اللہ کا رسول و بشر ہوں	۱۷	۹۳	۱۰۲
۱۰۹	کفار کا بیہودہ اعتراض کہ اللہ نے بشر کو رسول کیوں بنایا؟	۱۷	۹۴	۱۰۴
۱۱۰	اگر زمین پر فرشتے بستے تو اللہ فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتا	۱۷	۹۵	۱۰۴
۱۱۱	کفار اور حضور ﷺ کے درمیان اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے	۱۷	۹۶	۱۰۴
۱۱۲	جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت والا ہے	۱۷	۹۷	۱۰۴
۱۱۳	گمراہوں کو اندھے، گونگے اور بہرے اُٹھایا جائیگا	۱۷	۹۷	۱۰۴
۱۱۴	کفار کا یہ انجام اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کی وجہ سے ہے	۱۷	۹۸	۱۰۶
۱۱۵	اُن کو دوبارہ زندہ کر کے اُٹھانا اللہ کیلئے کونسا مشکل کام ہے	۱۷	۹۹	۱۰۶
۱۱۶	اللہ تو دوبارہ زمین و آسمان پیدا کرنے پر قادر ہے	۱۷	۹۹	۱۰۶
۱۱۷	انسان کے بخل کا ذکر	۱۷	۱۰۰	۱۰۶
۱۱۸	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے جانیوالے معجزات کا ذکر	۱۷	۱۰۱	۱۰۸
۱۱۹	فرعون نے معجزات کا جادو گمان کیا	۱۷	۱۰۲	۱۰۸
۱۲۰	فرعون نے بنی اسرائیل کو ملک بدر کرنے کا ارادہ کیا	۱۷	۱۰۳	۱۰۸
۱۲۱	اللہ نے بنی اسرائیل کو محفوظ رکھا اور فرعون کا ہلاک کیا	۱۷	۱۰۴	۱۰۸
۱۲۲	محبوب! آپ کو اللہ نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے	۱۷	۱۰۵	۱۱۰
۱۲۳	قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا	۱۷	۱۰۶	۱۱۰
۱۲۴	مومنین تو قرآن کی تلاوت پر ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہیں	۱۷	۱۰۷	۱۱۰

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
١١٠	١٠٨	١٧	اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے	١٢٥
١١٠	١٠٩	١٧	قرآن گریہ وزاری کرنیوالوں کے خشوع وخضوع کو بڑھا دیتا ہے	١٢٦
١١٢	١١٠	١٧	اللہ تعالیٰ کے سارے نام ہی اچھے ہیں جس سے چاہو پکارو	١٢٧
١١٢	١١١	١٧	تمام تعریفیں اللہ کیلئے جو اولاد اور شریک سے پاک ہے	١٢٨
١١٥		١٨	**سورۂ کہف**	١٢٩
١١٦	١	١٨	تمام تعریفیں اللہ کیلئے جسکی نازل کردہ کتاب میں کوئی کجی نہیں	١٣٠
١١٦	٢	١٨	باعمل مومنین کیلئے بہترین اجر کی خوشخبری ہے	١٣١
١١٦	٣	١٨	اس اجر میں ہمیشہ رہنے والے ہیں	١٣٢
١١٦	٤	١٨	آپ انہیں ڈرائیں جنہوں نے اللہ کیلئے اولاد بنالی ہے	١٣٣
١١٧	٥	١٨	الزام لگانے والے بالکل بے علم اور جاہل ہیں	١٣٤
١١٨	٦	١٨	محبوب! اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو پریشان نہ ہوں	١٣٥
		١٨	زمین کی زینت انسانوں کیلئے ہے تاکہ وہ آزمائے کہ کون عمل	١٣٦
١١٨	٧	١٨	صالح کرتا ہے	١٣٧
١١٨	٨	١٨	جو کچھ زمین پر ہے اللہ تعالیٰ اس کو چٹیل میدان بنا دے گا	١٣٨
١١٩	٩	١٨	غار والے اور کتے والے اللہ کی نشانیوں میں سے عجیب نشانی ہیں	١٣٩
١١٩	١٠	١٨	غار والوں نے پناہ لیتے ہوئے اللہ سے کامیابی کی دعا کی	١٤٠
١١٩	١١	١٨	پھر اللہ نے اُنہیں کئی سالوں تک سُلائے رکھا	١٤١
١٢٠	١٢	١٨	پھر ایک مدت کے بعد اللہ نے اُنہیں اُٹھایا	

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۲۲	۱۳	۱۸	اصحاف کہف کے واقعہ کا تذکرہ	۱۴۲
۱۲۲	۱۴	۱۸	انہوں نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے سے انکار کردیا	۱۴۳
۱۲۲	۱۵	۱۸	اُن کی قوم بت پرستی میں مبتلا ہوگئی	۱۴۴
۱۲۲	۱۵	۱۸	اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا افتراء باندھے	۱۴۵
۱۲۴	۱۶	۱۸	پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی غار میں پناہ لیں	۱۴۶
۱۲۴	۱۷	۱۸	اللہ تعالیٰ نے ان کو سورج کی دھوپ سے بچائے رکھا	۱۴۷
۱۲۴	۱۷	۱۸	یہ اللہ کی نشانیوں میں سے بہت بڑی نشانی ہے	۱۴۸
۱۲۶	۱۸	۱۸	اُن کو دیکھنے والا یوں سمجھتا گویا وہ جاگ رہے ہیں	۱۴۹
۱۲۶	۱۸	۱۸	اللہ تعالیٰ اُن کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتا رہا	۱۵۰
۱۲۶	۱۸	۱۸	اُن کا کتا چوکھٹ پر بیٹھا تھا جسے دیکھنے والا خوفزدہ ہوجاتا	۱۵۱
۱۲۶	۲۰،۱۹	۱۸	اُن کے اُٹھنے کے بعد کے حالات وواقعات کا ذکر	۱۵۲
۱۲۸	۲۱	۱۸	اللہ نے لوگوں کو ان کے حال سے واقف کردیا	۱۵۳
۱۲۸	۲۱	۱۸	تا کہ لوگ سمجھیں اور قیامت کا یقین رکھیں	۱۵۴
۱۲۸	۲۱	۱۸	اصحاب کہف کی جگہ پر مسجد تعمیر ہوئی	۱۵۵
۱۳۱	۲۲	۱۸	اصحاب کہف کی تعداد سے متعلق ذکر	۱۵۶
۱۳۲	۲۳	۱۸	یوں نہ کہا جائے کہ میں یہ کام کل کرلوں گا	۱۵۷
۱۳۲	۲۴	۱۸	بلکہ ان شاء اللہ کہا جائے تا کہ اللہ کی مدد شامل حال ہو	۱۵۸
۱۳۲	۲۵	۱۸	اللہ نے اُنہیں غار میں ۳۰۹ سال ٹھہرائے رکھا	۱۵۹

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنا عرصہ ٹھہرے	۱۸	۲۶	۱۳۳
۱۶۱	اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں	۱۸	۲۷	۱۳۴
۱۶۲	محبوب! مشرکین کے مشورہ پر غریبوں سے منہ نہ پھیر لینا	۱۸	۲۸	۱۳۵
۱۶۳	آپ فرما دیجئے، حق اللہ کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے	۱۸	۲۹	۱۳۶
۱۶۴	جھٹلانے والوں کے بُرے انجام کا ذکر	۱۸	۲۹	۱۳۶
۱۶۵	نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں ہوگا	۱۸	۳۰	۱۳۸
۱۶۶	جنتیوں کی عظیم نعمتوں کا تذکرہ	۱۸	۳۱	۱۳۸
۱۶۷	دو مردوں کا قصہ جن میں سے ایک کو اللہ نے دو باغ عطا فرمائے	۱۸	۳۲	۱۴۰
۱۶۸	دونوں باغ خوب پھل لائے اور اللہ نے کوئی کمی نہ کی	۱۸	۳۳	۱۴۰
۱۶۹	باغ والے نے اپنے ساتھی سے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں	۱۸	۳۴	۱۴۰
۱۷۰	وہ باغ میں داخل ہوا اور کہا میرے باغ کو بربادی کو کوئی خطرہ نہیں	۱۸	۳۵	۱۴۰
۱۷۱	اگر میں فوت ہو گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر پاؤں گا	۱۸	۳۶	۱۴۰
۱۷۲	ساتھی نے کہا کیا تم اللہ کا انکار کر رہے ہو؟	۱۸	۳۷	۱۴۲
۱۷۳	میرا رب تو وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں	۱۸	۳۸	۱۴۲
۱۷۴	تم نے باغ میں جاتے ہوئے کیوں نہ کہا کہ جو اللہ نے چاہا ہوا	۱۸	۳۹	۱۴۲
۱۷۵	اگر میں مال اولاد میں تم سے کم ہوں تو میرا اللہ مجھے بہتر باغ دیگا	۱۸	۴۰	۱۴۲
۱۷۶	تمہارے باغ پر آسمان سے عذاب نازل ہو اور تباہ ہو جائے	۱۸	۴۰_۴۱	۱۴۲
۱۷۷	ایسا ہی ہوا کہ اُس کا باغ تباہ ہو گیا اور وہ ہاتھ ملتا رہ گیا	۱۸	۴۲	۱۴۴

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۴۴	۴۳	۱۸	اسکے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اسکی مدد کرتی	۱۷۸
۱۴۴	۴۴	۱۸	تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے	۱۷۹
۱۴۵	۴۵	۱۸	دنیا کی مثال آسمان سے نازل شدہ پانی کے ساتھ	۱۸۰
۱۴۶	۴۶	۱۸	مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں	۱۸۱
۱۴۶	۴۷	۱۸	قیامت کے دن اللہ پہاڑوں کو چلائے گا اور زمین کو میدان بنادیگا	۱۸۲
۱۴۸	۴۸	۱۸	سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں صفیں باندھیں پیش ہونگے	۱۸۳
۱۴۸	۴۹	۱۸	مجرم اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر افسوس کریں گے	۱۸۴
۱۴۸	۴۹	۱۸	اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا	۱۸۵
۱۵۰	۵۰	۱۸	ابلیس جنّات میں سے تھا اُس نے سیدنا آدم کو سجدہ نہ کیا	۱۸۶
۱۵۰	۵۰	۱۸	کیا تم پھر بھی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کی اولاد کو دوست بناتے ہو؟	۱۸۷
۱۵۱	۵۱	۱۸	زمین و آسمان بناتے وقت مشرکین کے معبودان باطل موجود نہ تھے	۱۸۸
۱۵۱	۵۲	۱۸	اُس دن مشرکین کے معبودان باطل اُنہیں جواب نہ دیں گے	۱۸۹
۱۵۱	۵۳	۱۸	مجرم دوزخ کو دیکھ کو سمجھ جائیں گے کہ یہی اُن کا ٹھکانہ ہے	۱۹۰
۱۵۳	۵۴	۱۸	اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمادی ہے	۱۹۱
۱۵۳	۵۵	۱۸	ہدایت آنے کے بعد کس چیز نے انہیں ایمان لانے سے روکا	۱۹۲
۱۵۵	۵۶	۱۸	اللہ رسولوں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کیلئے بھیجتا ہے	۱۹۳
۱۵۵	۵۷	۱۸	اس سے بڑا ظالم کون ہے جو نصیحت آنے کے بعد بھی منہ پھیر لے	۱۹۴
۱۵۶	۵۸	۱۸	اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا رحمت والا ہے	۱۹۵

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۹۶	بستیوں والوں کے ظلم باعث اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا	۱۸	۵۹	۱۵۶
۱۹۷	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سیدنا خضر کی تلاش میں سفر	۱۸	۶۰	۱۵۸
۱۹۸	سیدنا موسیٰ ؑ اور ان کے ساتھی سمندروں کے سنگم پر مچھلی بھول گئے	۱۸	۶۱	۱۵۸
۱۹۹	آگے جا کر سیدنا موسیٰ نے ناشتہ کا مطالبہ کیا	۱۸	۶۲	۱۵۸
۲۰۰	خادم نے کہا ہم تو مچھلی پیچھے ہی بھول گئے (شیطان نے بھلا دیا)	۱۸	۶۳	۱۵۸
۲۰۱	پھر دونوں واپس لوٹے جہاں مچھلی سمندر میں گئی تھی	۱۸	۶۴	۱۶۰
۲۰۲	سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر	۱۸	۶۵	۱۶۰
۲۰۳	سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے وہ علم سکھائیں جو آپ کو دیا گیا	۱۸	۶۶	۱۶۰
۲۰۴	سیدنا خضر نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے	۱۸	۶۷	۱۶۰
۲۰۵	سیدنا خضر نے کہا آپ کیسے صبر کریں گے جس کا علم ہی آپ کے پاس نہیں	۱۸	۶۸	۱۶۰
۲۰۶	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی صبر کرنے کی یقین دہانی	۱۸	۶۹	۱۶۰
۲۰۷	سیدنا خضر نے کہا مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کرنا	۱۸	۷۰	۱۶۲
۲۰۸	سیدنا خضر نے کشتی کو توڑ دیا جس پر سیدنا موسیٰ نے اعتراض کیا	۱۸	۷۱	۱۶۲
۲۰۹	سیدنا خضر نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے	۱۸	۷۲	۱۶۲
۲۱۰	سیدنا موسیٰ نے کہا میں بھول گیا لہذا مجھ پر سختی نہ کرو	۱۸	۷۳	۱۶۲
۲۱۱	سیدنا خضر نے معصوم بچے کو مار دیا پھر سیدنا موسیٰ کا اعتراض	۱۸	۷۴	۱۶۲
۲۱۲	**پارہ نمبر 16**	۱۸		۱۶۵
۲۱۳	سیدنا خضر نے پھر کہا کہ تم صبر نہ کر سکو گے	۱۸	۷۵	۱۶۵

سورۂ بنی اسرائیل

اس سورہ کا نام ”سورۂ بنی اسرائیل“ بھی ہے اور سورۂ سبحان کے نام سے بھی موسوم ہے یہ سورۂ پاک سفر معراج شریف کے بعد نازل ہوئی، حضورﷺ کا یہ مقدس سفر نبوت کے دسویں سال ہوا اور ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا۔ اس سورۂ پاک کے ۱۲ رکوع ہیں اس سورۂ پاک بنی اسرائیل کو تنبیہ بھی ہے انہیں بتایا گیا ہے جب تمہاری سرکشی حد سے گزر گئی تو پھر ہمارا عذاب بھی کئی مختلف شکلوں میں تم پر نازل ہوا، ہیکل سلیمانی برباد ہوگیا تم غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے دردناک پریشانیوں میں مبتلا ہوئے، حضور ﷺ کو بھیج کر تمہیں پھر ایک موقع دیا جا رہا ہے کہ اپنی اصلاح کرلو، اس نبی آخر الزمان پر ایمان لاؤ، چنانچہ حضورﷺ جلوہ گر ہوئے اسلام کا دور دورہ شروع ہوا۔ محبوبﷺ نے ہجرت فرمائی اور یثرب کو مدینہ منورہ بنایا یہ اسلام کی پہلی حکومت تھی جس میں قرآن مقدس کے نظام کو دنیا کے سامنے رکھا گیا۔

اس سورۂ پاک میں حضورﷺ کے ایک معجزہ کا ذکر ہے جس کے سامنے عقل وفکر کی بلندیاں ہیچ ہیں، اس سورۂ پاک میں بنی اسرائیل کا بھی تفصیلی ذکر ہے اس سورۂ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے۔ اس سورۂ پاک میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا بھی ذکر ہے۔ اس سورۂ پاک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریمﷺ کے عظیم معجزہ معراج قدس کا ذکر فرمایا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ بنی اسرآءیل | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | رکوعاتہا ۱۲ | آیاتہا ۱۱۱

یہ سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے اور ایک سو گیارہ آیتوں پر مشتمل ہے

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

پاک ہے وہ ذات (ہر عیب سے) جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں ، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک (وہ مسجد اقصیٰ) جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنایا تا کہ اپنے بندے کو اپنے نشانات قدرت دکھائیں، بے شک وہی (اللہ) سب کچھ دیکھنے والا ہے اور سب کچھ سننے والا ہے

صدق اللہ العظیم

تفسیر

حضور ﷺ کے اس مقدس سفر پر معلومات کیلئے پہلی بات جو ضروری ہے کہ اس مقدس سفر کو حضور ﷺ کا ایک عظیم معجزہ مانا جائے چونکہ اس سفر پاک میں حیران کن واقعات کا ذکر ہے، جو عقل وفکر سے بلند و بالا ہیں انہیں یوں ہی مانا جاسکے گا کہ عقیدہ رکھا جائے یہ عظیم معجزہ ہے اور معجزہ عقل میں نہیں آتا ایمان میں سماتا ہے، جن لوگوں نے معجزہ ک متعلق یہ کہا کہ معجزہ قانون قدرت کے خلاف ہوتا ہے یہ صحیح نہیں۔ معجزہ یہ ہے کہ نبوت ورسالت کی سچائی واضح کرنے کیلئے کسی ایسے کام کا ظاہر ہونا جو عادت کے خلاف ہو۔

آیہ مبارکہ کے آغاز لفظ ''سبحان'' سے فرمایا گیا ہے کہ واقعہ معراج مقدس پر یہ اعتراض کہ اتنا طویل مشکل سفر کیسے ہوا تو فرمایا گیا لے جانی والی ذات ہر کمی کمزوری نقص سے پاک ہے تو اعتراض کا ہے کا؟

''اسریٰ'' فرمانے میں بھی حکمت واضح ہورہی ہے بعض لوگوں نے اس عظیم واقعہ کو خواب کہا، اَسریٰ کا معنی ہے ''سیر کرائی''۔ سیر سونے کی حالت میں نہیں ہوتی، جاگتے چلتے دیکھتے محظوظ ہوتے ہوئی ہے۔ ''بعبدہٖ'' آیہ مبارکہ میں حضورﷺ کو ''عبدٗ'' فرمایا گیا ہے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ حضورﷺ بھی عام عباد کی طرح ہی بندہ ہیں۔ فقہاء نے عباد کی تین قسمیں بتائی ہیں ایک قسم کا نام ''عبد رقیق'' ہے، خالص غلام، اطاعت گزار غلام یہ مومن ہے جو اپنے رب کا تابع فرمان ہے دوسری قسم عبد آبق ہے بھاگا ہوا غلام، سرکش غلام، یہ کافر ہے۔ تیسری قسم عبد ماذون ہے جسے مالک نے اختیار دے رکھا ہو اس کا کرنا مالک کا کرنا متصور ہوتا ہے، اس کا کہنا مالک کا کہنا اس کا فیصلہ مالک کا فیصلہ۔ حضورﷺ عبد ہیں مگر عبد ماذون ہیں، عبد فرماتے ہیں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ حضورﷺ کے اس عظیم کمال کو دیکھ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں جیسے یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کے کمالات کو دیکھ کر بھٹک گئے تھے۔

ایک ارشاد خداوندی میں واضح اشارہ مل رہا ہے ''ان الذین یبایعونک ان یبایعون اللہ'' وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کر رہے ہیں اگلے حصلہ میں فرمایا ''یداللہ فوق ایدیھم'' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، ایک اور ارشاد گرامی سے یہ بات واضح ہوتی ہے، ''ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ'' محبوب جب تو نے کنکریاں پھینکی تھیں تو نے تو نہیں پھینکی وہ تو اللہ نے پھینکی تھیں۔

''لیلاً'' کے ارشاد پر دوز بریں تنوین یہ اشارہ ہے کہ یہ سارا عظیم معجزہ رات کے مختصر سے حصہ میں ہو گیا۔ ''من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ'' اس مقدس سفر کا آغاز مسجد حرام سے ہوا اور مسجد اقصیٰ تک ہوا۔ اس مقدس سفر کا یہ ایک حصہ ہے ''الذی بارکنا حولہٗ'' آیہ مبارکہ کے اس حصہ میں مسجد اقصیٰ کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ وہ مسجد ہے جس کے گردونواح میں ہم نے برکتیں دی ہیں ان برکتوں سے مراد انبیاء علیہم السلام کی قبور مقدسہ ہیں۔ اگر اس طرح ذکر ہوتا کہ ہم نے مسجد اقصیٰ میں برکتیں دی ہیں تو باہر کا ماحول خارج ہو جاتا، باہر کے ماحول میں برکتیں ہیں تو مسجد کے اندر کا ماحول شامل ہو گیا، ان برکات میں دینی

برکات شامل ہیں کہ انبیاء کا مسکن رہا، دنیوی برکات بھی کہ عمدہ چشمے نہریں، سرسبزہ ہے۔ ’’لنریہ فی آیاتنا‘‘ کے ارشاد میں اس مقدس سفر کا مقصد بیان فرمایا گیا کہ محبوب کو یہ سیر اس لئے کرائی گئی کہ آپ کو ہم اپنی بعض نشانیاں دکھائیں، رہا یہ سوال کہ نشانات کچھ دکھائے گئے تو کچھ رہ گئے ہوں گے معنیٰ یہ ہوگا وہ نشانات جو دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے وہ کچھ ہی تھے اس لئے ’’مِن‘‘ تبعیضیہ استعمال ہوا ہے کچھ وہ مشاہدات تھے جو سننے سے متعلق تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں صرف دیکھے گئے نشانات کا ذکر فرمایا گیا ہے، ’’انہ ھوالسمیع البصیر‘‘۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا بے شک وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے، ’’انہ‘‘ کی ضمیر اللہ کی طرف ہے اس میں تو کسی کو شک وشبہ نہیں، حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ محبوب! تیرے اس طویل ترین سفر میں اگر تیرے ساتھ تیرے خدام سے کوئی نہیں تو پریشانی کا ہے کی، خدا تیرے ساتھ ہے وہ تیری باتیں سننے والا ہے تجھے دیکھنے والا ہے۔

اگر ’’انہ‘‘ کی ضمیر کو حضور علیہ السلام کی طرف پھیرا جائے تو یہ معنیٰ ہوگا حضور ﷺ نے یہ سفر سوتے میں نہیں کیا محبوب کریم اس حال میں گئے ہیں کہ ملائکہ انبیاء کی باتیں سنتے اور انہیں دیکھتے گئے ہیں (ﷺ)

اس مقدس سفر میں ایک عجیب حسن اتفاق ہے اس مبارکسفر کے نام بھی تین ہیں (۱) اسریٰ (۲) معراج (۳) اعراج منزلیں بھی تین ہیں (۱) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہلی منزل ہے (۲) مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک دوسری منزل ہے (۳) سدرۃ المنتہیٰ سے وراء الوراء تک تیسری منزل ہے اور اس مقدس، مبارک، طیب وطاہر مسافر کی شانیں بھی تین ہیں، (۱) پہلی شان بشری ہے (۲) دوسری شان ملکی ہے (۳) اور تیسری شان حقی ہے اس مقدس سفر کی سواری کے بھی تین نام سامنے آتے ہیں، (۱) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک براق (۲) مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک معراج (۳) سدرۃ المنتہیٰ سے مکان ولامکاں تک رفرف۔

اس عظیم واقعہ معراج کو پڑھ سن کر بہت سے کمزور ایمان والے لوگ ڈگمگا گئے اور انکار کردیا مگر قربان

جائیں شان صدیقی پر جب یہ واقعہ سیدنا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا تو آپ نے جھٹ جواب دیا گر یہ بات رسول اللہ علیہ السلام نے فرمائی ہے تو یقیناً صحیح ہے، درست ہے، حق ہے۔لوگوں کے بے تکے اعتراضات کا جواب تو قرآن مقدس نے آیہ کریمہ کے شروع میں لفظ ''سبحان'' سے دے دیا ہے، کچھ لوگوں نے اپنی ایمانی کمزوری کے باعث اسے خواب کا واقعہ بتایا جس کا جواب واضح ہے اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار مکہ کو اعتراض یا انکار کا موقعہ ہی نہ ملتا، خواب میں تو بڑے بڑے واقعات کو مان لیا جاتا ہے کفار کا انکار کرنا بتاتا ہے کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں بیداری کا ہے، اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو ''اُسریٰ بروح عبدہٖ'' نہ ہوتا،

؎ عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر ایں سراپا انتظار و منتظر

حضور ﷺ کے اس واقعہ معراج کے جسمانی ہونے پر قرآن وسنت کے دلائل کتابیں بھری پڑی ہیں، نور القرآن لکھتے وقت میرے پیش نظر اختصار کا اصول ہے ورنہ اس عنوان پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔

ایک غیر مسلم کی گواہی

معراج جسمانی کے منکرین کو ایک غیر مسلم کی شہادت سے سبق لینا چاہئے، روم کے بادشاہ قیصر کے پاس جب حضور ﷺ کا خط مبارک پہنچا اور اُس نے پڑھا تو اس نے حضور ﷺ کے متعلق یقین کرنے کیلئے اُن عربوں کو بلایا جو ان دنوں وہاں موجود تھے، ان لوگوں میں ابوسفیان بن حرب تھے، ابوسفیان سے حضور علیہ السلام کے متعلق سوالات کئے گئے، ان سوالات کی تفصیل بخاری شریف میں موجود ہے۔ ابوسفیان کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ کے بارہ میں کمزور باتیں کریں مگر اس ڈر سے کہ غلط بات کہہ دی گئی تو لوگ جھوٹا کہیں گے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاؤں گا ذہنی طور پر فیصلہ کیا کہ میں معراج کا واقعہ سنا دوں اس پر بادشاہ خود سمجھ لے گا کہ اتنا طویل واقعہ لمحات میں کیسے ممکن ہے، بادشاہ خود سچ جھوٹ سمجھ جائے گا، ہرقل نے کہا کہ سناؤ ابوسفیان نے سنایا تو اس وقت بیت المقدس کا سب سے بڑا عالم ایلیا قیصر کے پاس کھڑا تھا واقعہ

سن کر وہ بولا، مجھے اس رات کا پتہ ہے قیصر نے پوچھا وہ کیسے؟ ایلیا نے کہا میری عادت تھی کہ سونے سے پہلے بیت المقدس کے سارے دروازے بند کر دیتا تھا اس رات میں نے سارے دروازے بند کر دیئے مگر ایک دروازہ بند نہ ہوا، بند کرنے کی میری ساری تدبیریں ناکام ہوگئیں، خدام کو بلایا انہوں نے بھی بہت کوشش کی مگر دروازہ بند نہ ہوا وہ کاریگر یہ کہہ کر چلے گئے اس وقت کچھ نہیں ہوسکتا، صبح دیکھیں گے، ایلیا نے کہا میں صبح آیا تو دروازے کے پاس جو پتھر پڑا ہے اس میں سوراخ محسوس ہوتا تھا کہ یہاں کوئی جانور باندھ دیا گیا ہے، میں نے ساتھیوں سے کہا آج اس دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے بند ہونے سے شائد اس لئے روا ہے کہ کوئی نبی آنے والے تھے، ایلیا نے پھر کہا اس رات آپ نے ہماری اس مسجد میں نماز بھی پڑھی۔ تفسیر ابن کثیر جلد تین میں تفصیلات موجود ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

معجزۂ معراج کی تاریخ

اس عظیم معجزہ کے ظہور کی تاریخ رجب المرجب شریف کی ۲۷ تاریخ ہے (المواہب اللدنیہ ص ۳۰۷، ج ۷) بعض علماء نے اختلاف کیا ہے مگر ابن قتیبہ، ابن البر، امام رافعی، امام نووی، عبدالغنی مقدسی نے بھی ماہ رجب المرجب ہی بتایا ہے۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد کے بعد حدیث شریف میں اس معجزہ کا ذکر موجود ہے، اس حدیث کو عمر فاروق، علی المرتضیٰ، عبداللہ ابن مسعود، ابوذر، انس بن مالک، مالک بن صعصہ، ابو ہریرہ، ابوسعید خدری، عبداللہ ابن عباس، شداد بن اوس، ابی بن کعب، ابویعلیٰ، عبداللہ ابن عمر، صابر انصاری، حذیفہ بن یمان، ابوامامہ، صہیب رومی، عائشہ صدیقہ، اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیا ہے۔ اس مقدس سفر میں حضور ﷺ نے بے شمار مشاہدات فرمائے، خلق میں چلتے ہوئے برزخ کے واقعات کو ملاحظہ فرمایا، موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، ایک ایسی قوم کا مشاہدہ فرمایا جو اپنے ناخنوں سے چہرے چھیل رہی تھی یہ لوگ غیبت کرنے والے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا میرا ایک جماعت پر گزر ہوا جس نے مجھے اس طرح

سلام پیش کیا ''السلام علیک یا اہل السلام علیک یا آخر'' یہ انبیاء کی جماعت تھی ۔(خصائص کبریٰ صہ ۱۵۵،ج ۱)

فرشتوں نے بھی اقتداء میں نماز پڑھی ،فرشتوں نے دعا دی ،اللہ آپ کو سلامت رکھے بڑے اچھے خلیفہ ہیں نماز کے بعد انبیاء علیہم السلام نے تقاریر کیں ،ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا شکر ہے اس ذات کا جس نے مجھے خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حمد ہے اس ذات کی جس نے مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا، داؤد علیہ السلام نے فرمایا حمد ہے اس ذات کی جس نے مجھے ملک بخشا اور لوہے کو نرم رکھا ، پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کیا، سلمان علیہ السلام نے فرمایا حمد اس ذات کی جس نے مجھے جنات وشیاطین پر حکمرانی دی، چرند پرند میرے تابع کئے ،سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حمد ہے اس ذات کی جس نے آدم علیہ السلام کی طرح مجھے بغیر باپ کے پیدا کیا، مردوں کو زندہ کرنے ،کوڑھی کو بچانے ،اندھے کو بینا کرنے کا معجزہ دیا، آخر میں صدر مجلس حضور ﷺ کا صدارتی خطبہ ہے آپ نے فرمایا حمد ہے اس ذات کیلئے جس نے دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا، مجھ پر قرآن اُتارا، میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا، میرا سینہ کھولا میرے ذکر کو بلند کیا، مجھے فاتح بنایا اور خاتم الانبیاء بنایا۔ پھر آپ کو ایک سیڑھی پیش کی گئی جس کے متعلق فرمایا اس سے زیادہ حسین شئ میں نے پہلے نہ دیکھی آسمانوں پر انبیاء کرام سے ملاقاتیں ،سدرہ پر پہنچنا، آگے جانے سے جبریل علیہ السلام کی معذوری، جنت میں بلال رضی اللہ عنہ کی آہٹ سننا، رفرف کی سواری عرش کا آپ کے دامن کو تھامنا۔ (مواہب اللدنیہ صہ ۲۴ ج ۲)

جنت کی سیر، لوح محفوظ پر قلم چلتا دیکھنا، بارگاہ قدس میں حاضری اور بے شمار انعامات سے نوازا جانا، نماز کا عطیہ ملنا، زیارت الٰہیہ، واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ،نمازوں میں تخفیف (کمی) کی درخواست ، مقدس سفر میں بے شمار مشاہدات، انعامات کا ذکر کتب میں تفصیل سے ملتا ہے،

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ
دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا
مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳
وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ
لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ
عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت دینے والا بنایا تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنائیں اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا، بیشک وہ بہت شکر گزار بندے تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں ضرور دومرتبہ فساد برپا کرو گے اور تم بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

تفسیر

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، کتاب سے مراد تورات ہے دینے کا مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل اس کے احکام کی پابندی کریں اور اپنی روش بدلیں۔ بارگاہ قدس میں قرب اختیار کریں اس کتاب باقی احکام کے علاوہ بڑی تاکید کے ساتھ شرک سے بچنے اور ایک خدا وحدہٗ لاشریک کو ماننے کے بار بار حکم دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل کی وضاحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ کتاب صرف بنی اسرائیل کیلئے تھی اور ایک محدود وقت کیلئے تھی پوری کائنات کیلئے ہدایت کا پیغام دینے والی کتاب قرآن مقدس ہے یہ کتاب قرآن مقدس بھی ساری کائنات کیلئے اور جس ذات پر یہ کتاب اتاری گئی وہ بھی ساری کائنات کے رسول ہیں اور قیامت تک رسول ہیں ان پر اترنے والی کتاب بھی قیامت تک کیلئے ہادی ہے۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ وہ میرے بغیر کسی کو کارساز نہ بنائیں، اگلی آیہ پاک میں نوح علیہ السلام کی اولاد کا ذکر فرمایا گیا ہے اے اولادِ نوح! جنہیں ہم نے نوح (علیہ السلام) کی کشتی میں پناہ دی اور تباہی سے بچایا تم ہمارے اس احسان کو نہ بھلاؤ تم اس کی اولاد ہو جو ہر لمحہ اپنے رب کا شکرگزار رہا، آپ کی عادت مبارکہ تھی جب کچھ کھاتے پیتے یا کوئی کپڑا

پہنتے تو دل اور زبان سے اپنے رب قدوس کا شکرادا کرتے ، کہتے تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے کھلایا وہ چاہتا تو مجھے بھوکا رکھتا، تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے پلایا وہ چاہتا تو مجھے پیاسا رکھتا اس نے لباس پہنایا، چاہتا تو مجھے ننگا رکھتا اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں بتا دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور احکام الٰہی سے سرکشی کرو گے، یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو پہلے ہی بتا دیا تھا تم ہمارے انعامات واکرامات کے باوجود دنیا میں مظالم برپا کرو گے، توحید سے پھر جاؤ گے اور اس کے بدلے تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

بائیبل کے اندر مختلف مقامات پر قرآن مقدس کے اس ارشاد کی تصدیق ملتی ہے۔ کتاب احبار میں وضاحت سے ہے کہ میں تمہیں اور تمہارے شہروں کو ویران کر دوں گا تمہیں غیر قوموں میں بکھیر دوں گا۔ کتاب استثناء میں مزید وضاحت موجود ہے کہ میں تم میں بے ہمتی پیدا کر دوں گا، بائیبل کی کتاب ''یرمیاہ'' میں ان عنوانات سے ملتی جلتی عبادات موجود ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝٥ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَٰكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝٦

جب اُن میں سے پہلے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کر دئے جو سخت جنگجو تھے پس وہ شہروں میں تمہیں ڈھونڈنے کیلئے پھیل گئے اور یہ وعدہ پورا ہونے والا تھا، پھر ہم نے تمہیں دوبارہ اُن پر غلبہ دیا اور ہم نے مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تم کو بڑا گروہ بنا دیا (٦)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ''لتفسدن فی الارض مرتین'' کاارشاد موجود ہے، دومرتبہ زمین میں فساد پھیلائیں گے، پہلا واقعہ اس طرح پیش آیا جب سیدنا سلمان علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو کچھ عرصہ بعد بیت المقدس کے حاکم نے بے دینی اور بدعملی اختیار کر لی تو مصر کے ایک بادشاہ نے اس پر چڑھائی کردی تو بیت المقدس کا سارا سامان لوٹ کر لے گیا، پھراس کے بعد دوسری مرتبہ یہ ہوا کہ بیت المقدس کے بسنے والے بعض یہودیوں نے بت پرستی شروع کردی آپس میں جھگڑے شروع ہونے لگے نااتفاقی بڑھ گئی، پھر مصر کے ایک بادشاہ نے چڑھائی کی، پھر یہ بھی ہوا بابل کے بادشاہ بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا شہر فتح کر کے بہت سارا مال لوٹ کر لے گیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا، پہلے بادشاہ کے خاندان کے ایک فرد کو اپنا نائب بنادیا، اس صورت حال میں ایک کام اور ہوا اس بادشاہ نے بخت نصر کی بغاوت کردی تو بخت نصر دوبارہ چڑھ آیا پھر قتل وغارت کی کوئی حد نہ رہی۔ پھر یہود سے یہاں سے جلاوطن ہور بابل چلے گئے وہاں ذلت سے رہتے ہوئے ستر سال گزارے اس کے بعد شاہِ ایران نے شاہِ بابل پر چڑھائی کر کے بابل فتح کیا۔

پھر شاہِ ایران کو جلاوطن یہودیوں پر رحم آیا، اوران کو واپس شام پہنچادیا یہاں امن سے رہنے لگے تو پھر مسجد اقصیٰ کو پہلے نمونہ کے مطابق بنادیا، ''وامددنا کم باموال وبنین'' اسی صورت حال کی طرف اشارہ ہے پھر جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور گناہوں میں مبتلا ہوگئے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر بخت نصر کو مسلط کردیا جو مجوسی تھا۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد ''فاذا جاء وعدا'' سے یہی واقعہ مراد ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸

صدق اللہ العظیم

اگرتم نیکی کروگے تواپنی جانوں کیلئے ہی کروگے اوراگرتم برے عمل کروگے تواس کاوبال بھی تم پر ہی ہوگا پھر جب دوسرے وعدہ کاوقت آیا (تو ہم نے دوسروں کوتم پرمسلط کردیا) تاکہ وہ تمہیں اور سیاہ کردیں اوراس طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلے ہوئے تھے اوروہ جس چیز پر بھی غلبہ پائیں اُسے برباد کردیں (۷) عنقریب تمہارارب تم پررحم فرمائے گااوراگرتم نے دوبارہ تجاوز کیاتو ہم دوبارہ سزادیں گےاورہم نے کافروں کیلئے جہنم کوقیدخانہ بنادیاہے(۸)

تفسیر

بنی اسرائیل سے فرمایا جارہاہے کہ اے بنی اسرائیل ! ہم نے پھرایک مرتبہ تمہارے لئے پہلے کی طرح عظمت عزت دےدی جسے پہلے خورس بادشاہ نے تمہیں عزت کے ساتھ لوٹادیا تھا، آزادی دی تھی زمین باغات پھردےدئے تھے تم نے سمجھ لیاتھاکہ تم نے نیکی کی تواس کافائدہ بھی تمہیں ملے گااگر برائی کروگے تو اس کی سزابھی تمہیں ہی ملے گی۔

حضرت سیدناعزیرعلیہ السلام کی کوششوں سے جوبنی اسرائیل میں نیک جذبہ پیداہواتھاوہ بھی زیادہ دیرتک نہ رہا۔ پھریہ ایک مرتبہ لعنت میں گرفتار ہوگئے، یونانیوں کاعروج شروع ہوگیا سکندراعظم نے فلسطین پراپنا جمالیااوریہ لوگ پھرایک مرتبہ شرک میں مبتلا ہوگئے، فلسطین ایک الگ ریاست تھی لیکن انتظامی لحاظ سے اس کاالحاق شام سے کردیاگیا، یہودیوں کاایک بااثرطبقہ یونانی تہذیب کادلدادہ ہوگیااور

یونانی زندگی کے رسم ورواج مسلط ہو گئے ، کئی ایسی قربان گاہیں تعمیر کی گئیں جہاں پر مشرکانہ رسم ورواج کے مطابق قربانیاں دی جانے لگیں ایک مذہبی بوڑھے یہودی نے اس نظام کی مخالفت کی اور اپنے بچوں کو لے کر ایک پہاڑ میں چلا گیا اس کی ہمت اور جرأت کے سبب یہودیوں کی اچھی جماعت اس سے وابستہ ہوگئی۔ بنی اسرائیل کا یہی وہ زمانہ تھا جس کے متعلق قرآن مقدس فرماتا ہے ''وفضلتکم علی العالمین'' میں نے تمہیں جہان والوں پر فضیلت دی۔

آیہ مبارکہ کے عنوان سے واضح ہو رہا ہے کہ لوگوں کو چاہئے اعمال صالحہ کو اپنائیں، اس کا فائدہ انہیں ہی ملے گا برے کاموں سے بچیں کہ ان کی سزا بھی انہیں ہی ملے گی۔ حضور سید عالم ﷺ کی جلوہ گری سے پہلے یہودی طرح طرح کے کرب وبلا، مشکلات ومصائب میں مبتلا تھے ان کی قوت برباد تھی، حالات خراب تھے، ناامیدی کا شکار ہو چکے تھے، اللہ کا کرم ہوا حضور ﷺ کی جلوہ گری سے ان کے حالات سدھر گئے، قدرت کا کرم ہو گیا اعلان ہوا ہم نے تمہارے حالات کو بہتر بنانے، تمہاری بگڑی کو بنانے کیلئے اپنے محبوب کو بھیجا ہے جو ان کی اتباع کرے گا کامیاب ہوگا اگر تم نے میرے محبوب کی مخالفت کی ان سے بُرا سلوک کیا تو یاد رکھو پھر ہم بھی اپنا پہلا انداز اختیار کر لیں گے اور تمہاری سرکوبی کر دی جائے گی اور پھر تمہیں پہلے کی طرح سزا بھگتنا ہوگی۔

یہودیوں کی تاریخ ظلم، فتنہ، فساد سے بھری ہوئی ہے دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ، امریکہ کی گہری سازش سے اسرائیلی ریاست قائم ہوئی جو ملت اسلامیہ کیلئے ایک زبردست دکھ اور صدمہ ضرور ہے مگر قرآن مقدس کے ارشاد ''ان عدتم عدنا'' اگر تم ظلم برائی پر اُترو گے تو ہم بھی پہلا انداز اپنائیں گے، یہ ارشاد حوصلہ افزاء ہے کہ اسرائیل کا انجام بالآخر برا ہوگا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، ان کی بربادی اور تباہی بھی یقینی امر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًاۙ۝۹ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۠۝۱۰

بے شک یہ قرآن اس راستہ کی ہدایت دیتا ہے، جو سب سے زیادہ سیدھا اور مضبوط ہے اور جو ایمان والے اچھے کام کرتے ہیں ان کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کیلئے بہت بڑا اجر ہے (۹) اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ بنی اسرائیل کی سرکشی کا ذکر تھا کہ انہوں نے تورات کو نہ مانا، توہین کی جس کے پاداش میں اُنہیں رسوا کیا گیا دشمن کے دل میں ان کا کوئی احترام نہ رہا، اس آیہ پاک میں ارشاد ہے کہ ایسے سرکشوں کی عزت قیامت کے دن بھی کچھ نہ ہوگی۔ دنیا وآخرت میں عزت صرف رسول اللہ کے فرمانبرداروں کی ہوگی، تورات کے ذکر کے بعد قرآن مقدس کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب ایمانداروں کو بشارت دیتی ہے، لوگوں کو سیدھی راہ پر چلاتی ہے دین کو عظمت دیتی ہے یہی کتاب عزت دینے والی ہے یہی کتاب ایمان والوں کو سرفرازی بخشتی ہے۔

بنی اسرائیل سے یہ بھی اشارہ دیا گیا ہے کہ تم اپنے باپ داداؤں کی طرح بری حرکات نہ کرنا ورنہ پھر ذلت کے علاوہ آخرت بھی برباد کر بیٹھو گے، اب یہ کتاب آخری کتاب ہے، اور یہ رسول آخری رسول ہیں ان سے وابستہ رہنے سے ہی کامیابی ہے۔ نوعِ انسانی کو فرمایا جا رہا ہے کہ یہی کتاب ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں قواعد وضوابط بتاتی ہے یہی کتاب ہے جو دینی، مذہبی، سیاسی، معاشی، تمدنی اخلاقی راہنمائی کرتی ہے، اسی سے روشنی حاصل کرو کامیاب ہوگے اور جو لوگ اس مقدس ومبارک کتاب کو دل سے تسلیم کرتے ہیں ان کا کوئی عمل برباد نہیں ہوگا، عظیم اجر ملے گا اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کیلئے

دردناک عذاب ہے۔آیہ مبارکہ میں قرآنی راستہ کو''اقوم'' فرمایا گیا،اقوم وہ راستہ ہے جومنزل مقصود تک بھی پہنچائے خطرات سے خالی ہواور آسان بھی ہواگرکوئی قرآنی راستہ کومشکل پُر خطر سمجھتا ہے،تواس کی جہالت ہے خدائے ذوالجلال تو اُسے اقوم فرماتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور انسان جس طرح بھلائی کی دعا کرتا ہے اسی طرح برائی کی دعا کرتا ہے اور انسان بہت جلد باز ہے(۱۱)اور ہم نے رات اور دن کو دونشانیاں بنایا ہے پھر ہم نے رات کی نشانی مٹادی اور دن کی نشانی کو روشن بنادیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور سالوں کی گنتی اور حساب کو جان لو اور ہم نے ہر شئی تفصیل سے بیان کردیا ہے(۱۲)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ایمان اور کفر کے مختلف زمانوں میں غالب اور مغلوب ہونے کا ذکر فرمایا گیا،ان آیات مقدسہ میں رات اور دن کا ذکر فرماکر کفر اور ایمان کی تشبیہہ بیان فرمائی جارہی ہے،رات کفر کی مثال ہے اور دن ایمان کی۔رات والے کافروں کی طرح اور دن والے ایمانداروں کی طرح۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا:نضر بن حارث کافر نے کہا اے اللہ!اگر محمد سچے ہیں تو میری گردن توڑ دے،دوسرے نے کہا اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر عذاب نازل ہوتو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوگئی۔اس آیہ مبارکہ میں انسان کواس کی کمزوی پرآگاہ کرکے تنبیہہ کی جارہی ہے کہ وہ جلد بازی سے کام نہ لے اور کسی فیصلے کو اپنے لئے مفید سمجھ کر کسی کو غیر مفید سمجھ کر حتمی اور قطعی قرار دیدے،انسان کو چاہئے ہر معاملہ میں اپنے

رب قدوس پر بھروسہ رکھے بعض اوقات انسان غصہ میں کہتا ہے اے اللہ اس پر غضب فرما، کبھی اپنے مال اولاد پر لعنت کرتا ہے ہلاکت کی دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول فرما تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے انسان کو جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

دن اور رات کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی قرار دیا گیا اور پھر واضح کیا گیا ہے رات کو اندھیری کرنے اور دن کو روشن کرنے میں بڑی حکمتیں ہیں، رات کی تاریکی، نیند اور آرام کیلئے مناسب ہے اور قدرت کے اس نظام سے انسان جانور نیند کا فائدہ اٹھا رہے ہیں ان کو روشن کرنے کی دو حکمتیں فرمائی گئی ہیں۔ دن کی روشنی میں بندہ اپنی روزی کیلئے کام کاج کر سکتا ہے، دوسری حکمت یہ فرمائی گئی ہے کہ دن رات کی آمد ورفت سے سالوں اور برسوں کی تعداد معلوم کی جا سکتی ہے، اگر رات دن کا یہ اختلاف نہ ہو تو مزدوری، ملازمت، معاملات کی میعادیں متعین کرنا مشکل ہو جائے گا۔

''فمحونا آیۃ اللیل'' کا معنی ہے ہم نے رات کی نشانی کو مدھم کر دیا اس سے مراد چاند ہے کہ اس کی روشنی بہ نسبت سورج کے مدھم ہے، دن کی نشانی کو روشن بنایا، اس سے مراد سورج ہے کہ اس کی روشنی بہت نسبت چاند کے زیادہ واضح ہے روشن ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہم نے ہر چیز کو بڑی تفصیل سے بیان کر دیا ہے، دین ودنیا کا ہر مسئلہ واضح کر دیا ہے قرآن مقدس وہ جامع کتاب ہے جس میں ہر شی کی تفصیل ملتی ہے مگر اُسے حاصل وہی کر سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت کاملہ سے نوازا ہے اگر کوئی اپنی کم علمی، کم عقلی کے سبب کہتا ہے اس میں کچھ نہیں تو یہ اس کی جہالت ہے۔ قرآن مقدس تو جامع کتاب ہے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن مقدس میں تمام علوم موجود ہیں مگر عام لوگوں کی عقلیں اُنہیں پا نہیں سکتیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ؕ۝۱۴ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمال نامہ نکالیں گے (۱۳) جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا اپنا اعمال نامہ پڑھ لو آج تم خود ہی اپنا محاسبہ کرنے کیلئے کافی ہو (۱۴) جس نے ہدایت حاصل کر لی اس نے اپنے ہی فائدے کیلئے ہدایت اختیار کی اور جو شخص گمراہی اختیار کرتا ہے تو اس کا نقصان بھی اسی کو ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والے دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں (۱۵)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کے گلے میں اس کا نامہ اعمال لٹکا دیا گیا ہے وہ کسی جگہ ہو کسی حال میں ہو، صحیفۂ عمل اس کے ساتھ رہتا ہے، جب بندہ مرجاتا ہے تو یہ صحیفہ بند کر کے رکھ دیا جاتا ہے پھر قیامت کے دن ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ وہ خود ہی پڑھ لے اور سمجھ لے کہ اس صحیفہ کی روشنی میں وہ مستحق ثواب ہے یا مستحق عذاب۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اُس دن جاہل ان پڑھ بھی اپنا نامہ عمل پڑھ لے گا اس موقعہ پر اصبہانی نے حضرت ابو امامہ سے ایک روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب نامہ عمل ہر شخص کے ہاتھ دے دیا جائے گا اور وہ دیکھے گا کہ اس کے کچھ اعمال صالحہ اس میں درج نہیں تو

بارگاہِ قدس میں عرض کرے گا اے میرے رب قدوس! میرے اس نامہ عمل میں میرا فلاں فلاں عمل صالحہ درج نہیں تو بارگاہ قدس سے جواب ملے گا ہم نے تیرے اُن اعمال کو اس لئے مٹا دیا ہے کہ تو لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ (مظہری)

دنیاوی زندگی میں تو اپنے جرم پر ہوشیاری، عیاری سے پردہ ڈالا جاسکتا ہے مگر قیامت کے دن یہ صحیفہ عمل سب کچھ کھول دے گا ''من اہتدیٰ فانمایہتدی'' کے ارشاد میں عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ کر ان کے گناہوں کا کفارہ بن گئے۔ (معاذ اللہ)

قرآن مقدس نے فرمایا جو راہِ ہدایت پر چلتا ہے یہ عمل اس کے اپنے فائدے کیلئے ہے اور جو گمراہی کی راہ پر چلتا ہے اس گمراہی کی سزا و بال بھی اسی کیلئے ہے، اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا یہ آیہ کریمہ کے اس حصہ سے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا بعض لوگوں نے غلط استدلال کیا اور کہہ دیا قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، جس سے پتہ چلتا ہے شفاعت نہیں ہوگی (معاذ اللہ) حضور علیہ السلام کا شفاعت فرمانا نصوص سے ثابت ہے، اور بہت سی احادیث طیبہ سے واضح ہے۔

اس آیہ مبارکہ پر ہی نظر کی جائے تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کوئی اپنا بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، حضور علیہ السلام معصوم ہیں اپنا بوجھ ہے ہی نہیں تو ہمارا بوجھ اُٹھائیں گے، شفاعت فرمائیں گے معافی دلائیں گے۔ آیہ پاک کے آخری حصہ میں فرمایا گیا، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگوں میں اپنے رسول بھیجے ہیں جو حق کی راہ بتاتے ہیں اگر پھر بھی لوگ گمراہی پر ڈٹے رہیں تو ان پر عذاب بھیج دیتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب ہم کسی بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اُس کے متکبروں کو اپنے حکم بھیجتے ہیں تو وہ ان احکام کی نافرمانی کرتے ہیں پھر وہ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں سو ہم ان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں (۱۶) اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کے بعد کتنی ہی اُمتوں کو ہلاک کر دیا اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے کیلئے کافی ہے (۱۷) جو شخص (صرف) دنیا کا طلبگار ہو ہم اُسے جلد دے دیتے ہیں جسے چاہتا ہے پھر ہم اس کا ٹھکانہ دوزخ بنا دیتے ہیں جس میں رسوائی ذلت سے داخل ہو گا (۱۸)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے جب ہم کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس قوم کے سرداروں، متکبروں، رئیسوں کو حکم بھیجتے ہیں جب وہ انکار کر دیتے ہیں تو ان پر عذاب مسلط کر دیتے ہیں اور جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں ''امرنا'' کا لفظ ہے بعض نے ''امرنا'' بمعنی ''امّرنا'' کیا ہے کہ ہم اس قوم پر سرکش لوگ مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اپنی دولت واقتدار کے باعث ظلم فسق و فجور کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس لفظ امرنا کا معنی ''اکثرنا'' بھی کیا ہے کہ ہم سرکش لوگوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں اور وہ فتن وفساد برپا کرتے ہیں۔

پچھلی آیہ مبارکہ سے اس آیہ مبارکہ کا ربط اس طرح ہے کہ ہم سرکشوں کو فوراً برباد نہیں کرتے، انبیاء و رسل کو بھیج کر اصلاح بہتری کی راہ ہموار کرتے ہیں وہ انبیاء و رسل احکام پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں، سرکش لوگوں کو خصوصاً سمجھاتے ہیں کہ ان کے سمجھ جانے سے سارے لوگ سمجھ جائیں گے، ہاں اگر وہ کسی راہِ راست پر نہ آئیں تو پھر ہم دشمنوں کو برباد کردیتے ہیں اور جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔

ہمارے اس ضابطہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو غور سے دیکھو، نوح (علیہ السلام) کے بعد ہم نے کتنی قوموں کو برباد کیا، ان حالات سے عبرت حاصل کرو کہ اُن بروں کو ان کی برائی کے سبب کس قدر عذاب دیا گیا، اللہ اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح خبردار ہے اور دیکھ رہا ہے اگر کوئی شخص محض دنیا کا طالب ہے اور دنیا کے حصول کیلئے ہی صبح و شام گزار دیتا ہے اور زندگی کے کسی مرحلہ میں اُسے آخرت یاد ہی نہیں آتی، دنیا ہی دنیا پیش نظر ہو تو ہم اُسے جتنا چاہتے ہیں اُسے دیتے ہیں آخرکار اس کیلئے جہنم مقرر کردیتے ہیں وہ اُسے جلائے گا اور ندامت کیا ہوگا اور ٹھکرایا ہوگا۔

بعض لوگوں کو اس آیہ مبارکہ کے ارشاد ''اردنا'' اور ''امرنا'' سے یہ شبہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہی یہی تھا کہ انہیں برباد کردیا جائے، یہ محض وہم ہے، شبہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل فکر، سوچ، سمجھ سے نوازا ہے، عذاب و ثواب کے راستے دکھادئے ہیں جب کوئی اپنے اختیار سے عذاب ہی کے کام کرتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کیلئے عذاب مہیا کردیتا ہے جب ان سرکش لوگوں کے عذاب کے راستے اختیار کرلئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی بربادی کا فیصلہ فرمادیتا ہے، انسان اپنے افعال میں مجبور نہیں، مختار ہے۔

آیہ کریمہ میں امیروں، رئیسوں کی بدکاری کا ذکر ہے پھر قوم کی تباہی کا ظاہر ہے مالداروں کا قوم پر اثر ہونا ایک طبعی بات ہے جب امراء بدکردار ہوں گے تو قوم کا بھی وہی رنگ ڈھنگ ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعۡيَهَا وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓـئِكَ كَانَ سَعۡيُهُمۡ مَّشۡكُوۡرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ وَهٰٓؤُلَاۤءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ‌ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحۡظُوۡرًا ﴿۲۰﴾ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ‌ ؕ وَلَلۡاٰخِرَةُ اَكۡبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكۡبَرُ تَفۡضِيۡلًا ﴿۲۱﴾

صدق اللہ العظیم

اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اس کیلئے پوری طرح جدو جہد کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن بھی ہو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہوگی (۱۹) ہم ہر ایک کی امداد کرتے ہیں (دنیا کے طالب کی بھی اور آخرت کے طالب کی بھی) آپ کے رب کی مہربانیوں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے (۲۰)

(۲۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں انسان کی جلد بازی کا ذکر فرمایا گیا جو گناہوں میں جلد بازی سے کرتا ہے اُسے اس کا دنیوی صلہ تو اُسے مل جاتا ہے مگر آخرت برباد ہو جاتی ہے جہنم میں داخل ہوگا، ذلیل ہوگا۔ اس آیہ مقدسہ میں آخرت کا ارادہ کرنے والے کا ذکر بھی ہے جس نے پوری محنت سے آخرت کا ارادہ کیا۔ روح المعانی شریف میں ہے ''سعی'' کے ساتھ ''سعیھا'' کے ذکر پر اس طرح تبصرہ کیا گیا ہے، سنت کے مطابق عمل کرنے کے ساتھ ساتھ استقامت بھی ہو یعنی عمل سنت کے مطابق بھی ہو اور اس پر استقامت اور مداومت بھی۔ اس نیک کام کو کبھی کیا کبھی نہ کیا، اس سے پورا فائدہ نہیں ہوگا لفظ سعی کے ساتھ سعیھا بڑھا کر یہ فرمایا گیا ہے، ہر کام نہ مفید ہوتا ہے نہ اللہ کے حضور قبول ہوتا ہے بلکہ عمل سعی وہی مفید ہے جو مقصد آخرت کے مناسب ہو اور مناسب ہونا یا نہ ہونا حضور ﷺ کے ارشاد سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ ''سعی لہا سعیہا'' کے ارشاد سے ہمت، محنت اور ثابت قدمی کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن مقدس کے دوسرے مقام پر ثابت قدم لوگوں کی عظمت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے، ''ثابت قدم لوگوں پر رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ ''تنزل علیھم الملائکۃ'' ان پر رحمت کے فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کسی قسم کا خوف غم نہ کرو اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ آخرت کے طلبگار لوگوں کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ دل نور ایمان سے چمک رہا ہوتا ہے، کفر وفسق وفجور کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کی آخرت کیلئے کوششیں قبول ہوتی ہیں، ان کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا انہیں ایک کے بدلہ میں بے حساب اجر ہوگا۔ ''کلا غدا'' کے ارشاد میں فرمایا گیا دنیوی نعمتوں، مال، رزق، کامیابی کے دروازے سبھی کیلئے ہیں مومن ہو یا کافر، حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے محبوب! تیرے رب کی بخشش کی کسی پر بند نہیں، کرم وفضل کا دروازہ سب پر کھلا ہے یہ کرم کا دروازہ کھلا تو ہے مگر مفید اُسے ہی ہوگا جو حضور ﷺ کا قرب حاصل کرے گا۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے دیکھو ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے لوگوں میں مراتب پر توجہ کرو حقیقی قدر ومنزلت کا پتہ تو آخرت میں ہی کھلے گا کون قربِ محبوب سے نوازا جاتا ہے اور کون محروم ہوتا ہے۔ درجات کے لحاظ سے آخرت ہی بلند وبالا ہے اور فضل وکرم والی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا مستحق نہ بنا کہ تو ناکام اور مذمت کیا ہوا بیٹھا رہ جائے (۲۲) اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ بہتر سلوک کرنا اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا اُن دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

صدق اللہ العظیم

کو پہنچ جائے تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور اُن سے ادب سے بات کرنا (۲۳) اور ان کے سامنے عاجزی اور رحم دلی کا بازو جھکائے رکھنا اور یہ دعا کرنا اے میرے رب! ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی (۲۴) تمہارا رب بہت جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے (۲۵)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں نیک لوگوں کی محنت اور محبت کا ذکر تھا ان آیات میں نیکیوں کی قسموں کا ذکر ہے، نیکیوں کی پہلی اور اہم قسم حقوق اللہ کی ادائیگی ہے دوسری قسم حقوق العباد کی بجا آوری ہے، اس صورت میں سب سے زیادہ اور اہم والدین کا احترام ہے۔

''لاتجعل'' کے ارشاد سے تمام بنی نوع انسان مراد ہے یا یہ خطاب تو حضورﷺ کیلئے ہے مگر اس سے مراد حضورﷺ کی امت دعوت ہے، فرمایا گیا ہے لوگو! اگر آخرت کی کامیابی کا حصول، جہنم سے آزادی چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کامل ضروری ہے، اگر کسی اور کو اس کی عبادت میں شریک ٹھہرادیا تو یہ تمہاری بربادی کا سامان ہوگا ایسے لوگ جو خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتے ہیں خدا کے فضل سے محروم ہوجاتے ہیں، رسوا و ذلیل ہو کر جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے عبادت صرف اور صرف اُسی کی کرو اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

اس ارشاد کا پہلا حصہ حقوق اللہ کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے، دوسرا حصہ حقوق العباد کو بجالانے کا ہے۔

حقوق العباد میں صرف والدین کا ذکر فرمایا گیا کہ اصل یہی ہیں، باقی عباد کا تعلق انہیں کی نسبت سے ہے، چچا، تایا، ان کی اولاد ہے تو باپ کی نسبت سے ہے، ماموں ان کی اولاد ہے تو ماں کی نسبت سے ہے خالہ اسکی اولاد ماں کی نسبت سے ہے اگر کوئی شخص مرکز (والدین) کا احساس کرے گا تو باقی کا بھی احساس کرے گا اگر والدین کا گستاخ ہے تو ماں باپ کے رشتہ داروں کو کیا سمجھے گا، لفظ ''قضیٰ'' قرآن مقدس میں کئی معنوں میں آیا ہے مگر یہاں بمعنیٰ حکم ہے، ماں باپ کی فرمانبرداری کے سلسلہ میں فرمایا گیا اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تیری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو کیا کرو۔

تورات، انجیل میں بھی والدین کی محبت اطاعت کا ذکر آتا ہے مگر صرف ایک آدھ فقرے میں ختم ہو جاتا ہے قرآن مقدس نے اس عنوان کو بہت تفصیل سے فرمایا ہے جیسے (۱) انہیں اُف تک بھی نہ کہے (۲) انہیں کبھی کسی حال میں جھڑک مت (۳) ان سے بات کرے تو تعظیم سے کر (۴) عاجزی اور تواضع سے رحمت اور محبت سے پیش آ (۵) ان کیلئے رب قدوس سے دعا کر، اے اللہ ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا، تمہارا رب بہتر جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم اچھے کردار کے ہو گے تو اللہ توبہ کرنے والوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ والدین کی اطاعت کے سلسلہ میں ان کے بڑھاپے کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ والدین جوان ہوں تو یہ ضابطہ اطاعت نہیں چونکہ بڑھاپے میں عموماً تلخی تیزی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بڑھاپے کا ذکر فرمایا گیا والدین کی خدمت کسی زمانے، وقت یا عمر کے ساتھ مقید نہیں۔ قرآن مقدس نے انسان کو اس کے زمانہ بچپن کو بھی یاد دلایا ہے۔

والدین کی اطاعت اگر خلوص سے بجا لا رہے تو وہ بھی اللہ کے علم میں ہے اگر اطاعت کرتے ہو مگر دل میں نفرت ہے، کڑھن ہے تو وہ بھی اُس کے علم میں ہے فرمایا جا رہا ہے والدین کی اطاعت میں خلوص ہونا ضرور ہے اگر کوتاہی ہو گئی ہے تو اللہ سے معافی مانگو وہ غفور ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں والدین کی زندگی میں

ان کی اطاعت فرمانبرداری کا ذکر ہے والدین کے انتقال کے بعد بھی یہ تعلق ضروری ہے، سیدنا ابن ربیعہ فرماتے ہیں میں حضورﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا ایک انصاری صحابی حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہﷺ والدین کی وفات کے بعد بھی مجھ پر اُن سے حسن سلوک کرنا ہے فرمایا ہاں، (۱) نماز جنازہ پڑھ (۲) مغفرت کی دعا کر (۳) اُن کے وعدوں کو پورا کر (۴) ان کے دوستوں کا احترام کر (۵) ان کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کر۔ ایسا کرنا ان کی وفات کے بعد بھی تجھ پر لازم ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے آپ نے فرمایا دونوں تیری جنت ہیں یا دوزخ ہیں، اگر اطاعت کرے گا تو جنت ہے نافرمانی کرے گا تو دوزخ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور فضول خرچی سے بچو (۲۶) بیشک فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے (۲۷) اور اگر تم کو اپنے رب کی رحمت کی توقع اور جستجو میں اُن سے اعراض کرنا پڑے تو انہیں کوئی نرم بات کر کے ٹال دو (۲۸) اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو بالکل کھول دو کہ ملازمت زدہ اور عاجز بیٹھے رہو (۲۹) بیشک تیرا رب جس کیلئے

چاہے تنگ کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی
بہت خبر رکھنے والا بہت دیکھنے والا ہے(۳۰)

تفسیر

والدین کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد عام رشتہ داروں سے بھی حقوق کا اہتمام فرمادیا گیا کہ ہر رشتہ دار کا حق ادا کیا جائے اُن سے لین دین اچھا ہو، حسن سلوک ہو اگر وہ رشتہ دار ضرورتمند ہے تو اس کی مالی مدد کی جائے۔ اس آیہ کریمہ میں یہ تو ذکر نہیں کہ وہ حق کیا ہے، کتنا ہے کیسے ادا ہو، تاہم عام صلہ رحمی حسن معاشرت اس ارشاد میں شامل ہیں۔

آیہ مبارکہ میں اہل قرابت، مسکین مسافر گگر مالی امداد دینے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم فرما کر یہ ارشاد فرما دیا گیا ہے کہ بھلائی کرنے والوں کو اُن پر حق جتانے کا کوئی موقع نہیں کہ ان کا حق ان کے ذمہ لازم ہے، اور اور حق کا ادا کرنا احسان نہیں، آیہ مبارکہ میں فضول خرچی سے روک دیا گیا ہے، قرآن مقدس نے فضول خرچی کو روکنے کیلئے دو لفظ ارشاد فرمائے ہیں، ایک ''اسراف'' دوسرا ''تبذیر''۔ یہ دونوں لفظ ہم معنیٰ ہیں یا گناہ پر خرچ کرنا تبذیر ہے مگر ضرورت سے زیادہ خرچ کو اسراف کہتے ہیں۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں حق کی راہ میں سارا مال خرچ کر دے تو وہ تبذیر نہیں، باطل کام کیلئے ایک سیر بھی خرچ کرے تو تبذیر ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مال کو حاصل تو حق کے مطابق کرے مگر خرچ حق کے خلاف کر ڈالے یہ اسراف ہے اور حرام ہے۔

آیہ مبارکہ میں والدین اور قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کے ذکر کے بعد مسکین اور مسافر کا بھی ذکر فرمادیا گیا کہ ملت کے دوسرے افراد جو ضرورت مند ہیں وہ بھی حق دار ہیں کہ ان سے حسن سلوک کیا جائے، ان سارے اخراجات اور معاملات میں فضول خرچی سے روک دیا گیا ہے، احتیاط کفایت شعاری میں سب خرچ کو پیش نظر رکھا جائے، والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک میں یہ صورت بھی پیدا ہو سکتی

ہے کہ والدین اور عزیزوں پر خرچ کرے تو اپنے بچے بھوک تنگدستی کا شکار ہو جائیں اگر خدا پناہ ایسی صورت پیش آ گئی ہے تو والدین کی خدمت اس طرح تو ہو سکتی ہے کہ اُن سے بات نرم کرے، محبت کا انداز اختیار کرے طاقت ہوگی تو کمی نہیں کروں گا، ٹھیک طور پر خدمت بجالاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔ خرچ کرنے کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ ہاتھ تنگ بھی نہ رکھو کہ لوگوں میں بدنام ہو گے ایسا کھلا بھی نہ کرو کہ سارا خرچ کر لو اور خود عاجز ہو جاؤ اور تم پر ملامت ہونے لگے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا حصول رزق کے سلسلہ میں یہ عقیدہ رکھو اللہ جسے چاہے کھلا رزق دیتا ہے جسے چاہے تنگ کرتا ہے اللہ اپنے بندوں کے حالات سے آگاہ ہے اور دیکھتا ہے۔ ان ارشادات میں کفایت شعاری اور اعتدال کی راہ کو واضح فرمایا گیا اور خرچ کرنے میں بدنظمی سے روک دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بیشک اولاد کا قتل کرنا بڑی غلطی ہے (۳۱) زنا کے قریب بی نہ جاؤ، بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت بُرا راستہ ہے (۳۲) اور کسی نفس کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص) کا حق دیدیا ہے اُسے چاہئے کہ قتل میں اسراف نہ کرے بیشک اس کی مدد کیجائے گی

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں حقوق کے متعلق ہدایات تھیں کہ حق ادا کرو اسی ضمن میں یہ بھی ایک حکم ہے کہ لوگ دور جاہلیت میں اپنی اولاد کو خصوصا بیٹیوں کو اس خوف سے قتل کر دیتے کہ ان کے مصارف کا بوجھ پڑے گا۔ اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہ الکریم نے ان کی جہالت کو واضح کیا ہے کہ تم رزق کی وجہ سے ڈر کر جانیں مار دیتے ہو، رزق کا دینا تو اللہ کے قبضہ اختیار میں ہے تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے اور انہیں بھی وہی دے گا تم اس فکر سے قتل اولاد کے مجرم کیوں بنتے ہو؟ بے شک ان کا مارنا بہت بڑی غلطی ہے۔

ہمارے اس دور میں بھی جاہلیت کے دور سے ملتا جلتا جرم پایا جاتا ہے، آج پوری دنیا اس جرم میں گرفتار ہے، دنیا ڈر رہی ہے آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے، اخراجات مسئلہ کو کنٹرول کیا جائے اس کام کیلئے منصوبہ بندی کو رواج دیا جا رہا ہے اس دور کا یہ جاہلانہ فلسفہ بھی اُسی دور جاہلیت سے ملتا جلتا نظر آتا ہے، مانا یہ معاملہ قتل اولاد کے برابر گناہ نہ سہی مگر اس کے برا ہونے میں شبہ نہیں۔

پچھلی آیات مقدسہ میں والدین سے حسن سلوک کا درس دیا گیا اس آیہ پاک میں والدین کو اولاد کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا جب صحراء عرب غربت اور فقر کا علاقہ تھا لوگوں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نہ ملتی تھی، جاہل لوگ اسی ڈر سے بچوں کو مار دیتے تھے خصوصاً لڑکیوں کے متعلق تو بہت سخت رویہ تھا لڑکے تو بڑے ہو کر کسی نہ کسی حد تک ہاتھ بٹاتے تھے لڑکیاں یہ بھی نہ کر سکتی تھیں، پھر ان کے رشتہ دینے کو اپنی توہین سمجھتے تھے۔ قرآن مقدس نے قتل کے اس جرم کو بہت بڑی غلطی فرمایا ہے جس خطاء کے ساتھ کبیرا کا ذکر واضح کرتا ہے۔

آیہ کریمہ کے دوسرے حصے میں زنا کی حرمت کو واضح فرمایا کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ وہ بہت بے حیائی اور بری راہ ہے کئی اور مذاہب نے بھی زنا کو بُرا کہا ہے اس سے روکا ہے جو انداز، حرمت قرآن مقدس نے بیان کیا ہے اس کا جواب نہیں، کئی ملکوں میں زنا کو صرف اسی صورت جرم قرار نہیں دیا گیا کہ زبردستی نہ ہو

لڑکا لڑکی رضا سے یہ کام کرلیں تو جرم نہیں۔قرآن مقدس نے اس قبیح حرکت کو ہر حال میں حرام کہا رضا سے ہو یا زبردستی۔قرآن مقدس کے ارشاد ''لاتقربوا'' کا جواب کسی کے پاس نہیں ، یہود ونصاریٰ کی زنا سے نفرت کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص لکڑیوں کو جمع کر کے ان پر تیل ڈال کر آگ لگا دے جب شعلے بھڑکنے لگیں تو چیخ کر کہے پانی لاؤ کہ آگ بجھائی جائے ، اب چیخ کا کیا فائدہ؟ بچوں اور بچیوں کو کھلے بندوں کھیلنے، مذاق کرنے ،لغویات میں مبتلا رہنے پر پابندی نہ ہونے کا انجام یہی ہونا تھا۔اسلام نے جوان لڑکے لڑکی کو تنہائی میں بیٹھنے بے تکلف گفتگو کرنے سے بھی روک دیا ہے،قرآن قدس نے زنا کو بے حیائی کا فعل فرمایا ہے۔انسان میں حیاء نہ رہا تو انسانیت سے ہی محروم ہو گیا حضورﷺ نے حیاء کو ایمان کا ایک اہم شعبہ قرار دیا ہے۔''الحیاء شعبۃ من الایمان'' ایک اور حدیث شریف میں ہے حضورﷺ نے فرمایا ساتوں آسماں اور ساتوں زمینیں شادی شدہ زنا کار پر لعنت کرتی ہیں۔جہنم میں ایسے لوگوں کی شرمگاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ جہنمی بھی پریشان ہوں گے۔''اذ زنا افتد بلا اندر جہات'' زنا سے مصیبتیں آتی ہیں، موذی بیماریاں پھیلتی ہیں، خواتین کا تقدس برباد ہو جاتا ہے۔عورت بیٹی کی عظمت سے نکل کر بازاری خاتون بن جاتی ہے،نسل خراب ہوتی ہے،حرامی بچے باپ کی شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔بے شمار خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں (العیاذ باللہ)

آیات مبارکہ کے تسلسل کے لحاظ سے ''ولا تقتلوا النفس'' کا حکم آٹھواں ہے کہ کسی جان کو جس کا قتل اللہ نے حرام کر دیا ہے اُسے قتل مت کرو قتل ناحق کا مسئلہ سارے مذاہب، جماعتوں میں مسلّم ہے کہ یہ بد ترین جرم ہے حضورﷺ کا ارشاد گرامی ملتا ہے کہ ساری دنیا کی تباہی اللہ کے نزدیک اس سے آسان کہ کسی مومن کو ناحق قتل کیا جائے ، دوسری روایت میں ہے جسے ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے اگر ساتوں آسماں اور ساتوں زمینوں کے باشندے کسی مومن کے قتل ناحق میں شامل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔سیدنا عبداللہ ابن مسعود سے روایت ملتی ہے کہ مومن کا قتل ناحق حرام ہے،صرف تین

صورتوں میں جائز ہے (۱) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو تو شرعی سزا یہ ہے کہ اسے پتھراؤ کر کے مار دیا جائے۔ (۲) کسی انسان کو ناحق قتل کیا ہو تو اسکی سزا یہ ہے کہ قصاص میں قتل کیا جائے (۳) تیسری صورت یہ ہے جو شخص دین سے مرتد ہو گیا اس کی سزا بھی قتل ہے۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے اگر کسی کو قتل کر دیا گیا تو مقتول کے ولی کو حکم دیا جا رہا ہے قصاص لے سکتا ہے، مگر قصاص لینے میں حد سے نہ گزرے یہ اللہ کی طرف سے مدد کیا گیا ہے اگر جوشِ انتقام میں شرعی قصاص سے تجاوز کیا تو اب یہ ظالم ہو گیا۔

دورِ جاہلیت میں ایک کے بدلہ میں کئی جانوں کو ضائع کرنے میں حرج نہ سمجھا جاتا تھا کسی کمزور سے کسی طاقتور کا قتل ہو جاتا تو اس کے بدلہ میں کئی جانوں کو برباد کیا جاتا۔ آیہ مبارکہ میں ''فلا یسرف'' فرما کر اس ظالمانہ دروازے کو بند کر دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ
اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا
بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾
وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ
وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾ وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ
كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

صدق اللہ العظیم

یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے (جو یتیم کیلئے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور اپنے عہد کو پورا کیا کرو بیشک ان وعدوں کے بارے میں (تم سے) پوچھا جائے گا (۳۴) اور جب کسی چیز کو ناپنے لگو تو ناپ پورا کرو اور تولو ایسے ترازو سے تولو جو بالکل درست ہو، یہی طریقہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہو گا (۳۵) اور اس چیز کی پیروی نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں بے شک کان اور

اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق (تم سے)
پوچھا جائے گا۔(۳۶)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں بدنی جسمانی حقوق کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں مالی حقوق کا بیان ہے،اس نویں (۹) حکم میں یتیموں کے مال کی حفاظت اوران کے مال میں احتیاط کا ذکر ہے کہ یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ اس مال میں شریعت کے خلاف کوئی عمل نہ کرو جس شخص کو یتیموں کا مال سپرد کیا گیا ہے،اس کی حفاظت انتظام اس کے ذمہ ہے اس پر لازم ہے کہ بڑی احتیاط سے کام لے،یتیموں کے مال میں خرچ صرف یتیموں کی بہتری کیلئے کریں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک یہ یتیم بچے جوان ہوکر اپنے مال کی خود حفاظت نہ کرسکیں، ناجائز طریقے پر کسی کا مال بھی خرچ کرنا جائز نہیں،یتیموں کا ذکر اس لئے کہ وہ خود حساب لینے کے قابل نہیں دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی،یتیموں کے مال کی حفاظت کے حکم کے بعد ایک اور حکم فرمایا جارہا ہے اپنے وعدے پورے کیا کروان وعدوں کے بارہ میں تم سے پوچھا جائے گا وعدہ کو پورا کرنا اسلام کا اہم حکم ہے،وعدہ توڑنا بری بات ہے حضورﷺ نے وعدہ شکنی کو منافقت کی نشانی فرمایا ہے۔ وعدہ پورا کرنے کی تاکید ہے،سب سے پہلا عہد جو ہم نے اپنے رب سے کیا ہے اس کی پابندی کی جائے وہ عہد یہ ہے ”الست بربکم“ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ ہم سب نے کہاہاں،اس عہد کی پابندی ہو وہ اس طرح کہ اس کے احکام کی پابندی کی جائے،اس کی رضا پیش نظر ہو یہ عہد ہر انسان نے کیا ہے دوسرا عہد مومن کا ہے جو اس نے لا الہ الا اللہ کے ذریعہ کیا۔

ایک عہد یہ ہے جو انسان کسی دوسرے انسان سے کرتا ہے اس کی وفا بھی ضروری ہے، یہ بات ذہن میں رہے جو معاہدے ایسے ہوتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہوتے ہیں خلاف شریعت وعدہ کے بارہ میں یہ ضروری ہے کہ فریق ثانی کو اطلاع دے کر وعدہ ختم کردیا جائے اگر کوئی شخص صحیح وعدہ پورا نہیں کرتا تو

دوسرے فریق کو حق حاصل ہے کہ بذریعہ عدالت وعدہ کی تکمیل کرالے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ عہد کے بارہ میں وچھا جائے گا، یعنی قیامت کے دن جیسے فرائض و واجبات اوراحکام الٰہیہ کے پورا نہ کرنے کا سوال ہوا ایسے ہی باہمی معاہدات کے بارہ میں بھی سوال ہوگا عہد کی وفا کے حکم کے بعد ایک اور حکم دیا جارہا ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ آیہ مقدسہ میں ناپ تول پورا کرنے کے متعلق دو باتیں فرمائی گئیں، ایک خیر ہے کہ ایسا کرنا تمہاری اپنی ذات میں خیر ہے بہتر ہے، دوسری بات فرمائی گئی ''تاویلا'' کہ اس کام کا انجام اچھا ہے قیامت کو جنت ثواب تو ہے ہی دنیا میں بھی یہ اچھا ہے کہ صحیح ناپ تول کے ساتھ تجارت میں فروغ ہوگا، بازار میں اچھائی کا چرچا ہوگا اُس کے کاروبار کی ساکھ بہتر ہوگی۔

ان ارشادات کے بعد ایک اور حکم دیا جارہا ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو، ظن، گمان اٹکل پر کام نہ کرو بلکہ سچائی اور یقین کے پہلو کو سامنے رکھے، یہ اصول تمہیں کامیابی سے ہمکنار کریں گے، جہاں بھی یقین سچائی کے اصول نہ ہوں گے رُسوائی اور خرابی ہوگی اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھ، کان، دل جیسی نعمتوں سے نوازا ہے، قیامت کے دن ہر ایک کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ انہیں کیسے استعمال کیا، صحیح یا غلط؟ آج اگر ہم ان عظیم نعمتوں کا استعمال صحیح کریں تو امن خیر، برکت سے نوازے جائیں گے اور قیامت کو جنت، اجر اور ثواب کے حق دار ہوں گے۔

اگر کان نے ایسی باتیں سنیں جو شرعا جائز نہ تھیں، غیبت گانا بجانا آنکھ نے ایسی چیزیں دیکھیں جن کا دیکھنا شرعا جائز نہ تھا، غیر محرم عورت اگر دل نے کوئی ایسا عقیدہ جمالیا جو قرآن وسنت کے خلاف تھا بلا دلیل کسی پر الزام کا سوچ لیا، ان سے سوالات کئے جائیں گے ان اعضاء کا ذکر غالبًا اس لئے کہ یہ مرکزی حیثیت رکھتے ہیں ورنہ دوسرے اعضاء بھی جواب دہ ہوں گے، سورۂ یٰس میں ارشاد ہے ہم مونہوں پر مہر لگا دیں گے ان کے ہاتھ اور پاؤں گواہیاں دیں گے کہ وہ کیا کرتے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰

صدق اللہ العظیم

اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تم (اونچائی میں) پہاڑوں تک پہنچ سکتے ہو (۳۷) ان تمام کاموں کی برائی آپ کے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے (۳۸) یہ وہ حکیمانہ احکام ہیں جن کو آپ کے رب نے آپکی طرف وحی فرمائی ہے اور (اے مخاطب!) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا اِلٰہ نہ بنا ورنہ تمہیں ملازمت زدہ اور پھٹکارا ہوا بنا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا (۳۹) کیا بیٹوں کیلئے اللہ نے تمہیں منتخب کیا ہے اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنالیں بیشک تم بہت بڑی سنگین بات کہہ رہے ہو (۴۰)

تفسیر

ان آیات مبارکہ میں عام معاشرے سے متعلق ایک مزید حکم دیا جارہا ہے کہ زمین پر اکڑ کر نہ چلو، اگر تم اکڑ کر چلو گے تو زمین کو پھاڑ نہیں سکو گے، گردن کو اونچا کر کے چلو گے تو اس کے پہاڑوں سے اونچے نہیں ہو سکو گے۔ اس آیہ مبارکہ میں کبر و غرور کی مذمت ہے اور لوگوں کو اس قبیح عادت تکبر و غرور سے روکا جارہا ہے، عجز و انکساری کا درس ملتا ہے۔ امام مسلم نے عیاض بن عمار سے روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے بذریعہ وحی حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور عجز اختیار کرو کوئی کسی پر بڑائی کا طرز اختیار نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر ظلم کرے (مظہری)

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ (مظہری)

ایک اور حدیث قدسی میں ہے اللہ فرماتا ہے بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے جو شخص مجھ سے چھیننا چاہے گا اُسے دوزخ میں ڈال دوں گا۔ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت سے پاک ہے، چادر اور ازار کا معنی ہوگا کہ میری صفت کبریائی میں جو شریک بننا چاہے وہ جہنمی ہے، ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ملتا ہے تکبر کرنے والے قیامت کے دن چھوٹی چیونٹیوں کے برابر انسانوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے اور ہر طرف سے ذلت وخواری برستی ہوگی، جہنم کے ایک طبقہ بولس میں رکھا جائے گا، انہیں پینے کیلئے جہنمیوں کے پیٹ سے نکلا ہوا لہو، پیپ دیا جائے گا (ترمذی، بحوالہ مظہری)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا حضور ﷺ سے سنا ہے تواضع کرنے والے کو اللہ سر بلند فرماتا ہے، اور متکبر کو ذلیل کرتا ہے۔ آیہ کے آخر میں فرمایا تمام برے کام اللہ کے نزدیک مکروہ و ناپسند ہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پوری توریت کے احکام سورۂ بنی اسرائیل کی ان پندرہ آیات میں جمع کردئے گئے ہیں۔ (مظہری)

تکبر وغرور کو ختم کرنے کیلئے یہ تصور بہت مفید ہوگا کتنے لوگ تھے جو تجھ سے زیادہ عزت واحترام والے تھے، اب قبروں میں ہیں کتنے مالدار تھے اب موت کی گود میں ہیں، کتنے باہیبت تھے جو آج موت کی نیند سو رہے ہیں یہ ہدایات جو آپ کو وحی کے ذریعہ بتائی گئیں، دانائی کی باتوں میں سے ہیں۔ (اے مخاطب) اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنا، ورنہ تجھے رسوائی اور ذلت سے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا عرب کے کئی مشرک قبائل فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے، ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہو لڑکی پیدا ہو جائے تو اس کو مارنے کے منصوبے بنانے لگتے ہو لڑکی وجود اپنے لئے عیب سمجھتے ہو جس شئ کو اپنے لئے معیوب جانتے ہو اللہ کیلئے ثابت کرتے ہو اس بے حیائی سے بچو۔ تمہارا یہ نظریہ بہت بھاری ہے توبہ

کرو۔اسی عنوان کوسورۂ طور میں مزید وضاحت سے فرمایا گیا ہے ’’ام لہ البنات ولکم البنو ن‘‘ کیا اللہ کی بیٹیاں ہیں اورتمہارے لئے بیٹے ۔سورۂ النجم میں اس طرح فرمایا’’الکم الذکرولہ الانثیٰ‘‘ تمہارے لئے لڑکےاوراللہ کیلئےلڑکیاں۔’’تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ‘‘یہ تو بہت ظالمانہ تقسیم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ
لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾
قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا
لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا
كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ
الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا
يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ
تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے قرآن میں کئی طرح بیان کیا کہ وہ نصیحت حاصل کریں مگراس اندازنے بھی ان کی نفرت کوزیادہ کیا(۴۱) آپ کہئے اگراللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہوتے جیسے وہ کہتے ہیں تو وہ اب تک عرش والے تک کوئی راستہ ڈھونڈ لیتے ان کی باتوں سے (۴۲) اللہ پاک ہےاور بہت بلند ہے سات آسمان اورزمینیں اور جو کچھ ان میں ہے (۴۳) تسبیح کررہے ہیں اور ہرشئی اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کررہی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں وہ نہایت حلم والا بہت بخشنے والا ہے(۴۴)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے قرآن میں (توحید کے دلائل کو) مختلف انداز سے بار بار بیان کیا ہے کہ وہ نصیحت قبول کریں اوراستفادہ کریں مگراس کے باوجوداُن میں نفرت کے سوا کسی چیز کااضافہ نہ ہوا، ہم نے توحید کے مان لینے پررحمت کا وعدہ کیا،اس عقیدۂ توحید کواپنانے پرقہروغضب سے بچنے کاراستہ بتایا

۔ان لوگوں کی اصلاح کیلئے متکبر اور سرکش قوموں کے انجام کا بھی ذکر کیا، جن لوگوں نے عقیدۂ توحید کو اپنایا اور ہم نے ان پر جو انعامات کئے ان اک ذکر بھی کیا اور منکرین توحید کی بربادی اور تباہی کا ذکر بھی کیا، مگر ان پر اثر نہ ہوا اور وہ دور ہی ہوتے چلے گئے۔ حضورﷺ سے فرمایا محبوب کریم! آپ کہہ دیجئے! اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہوتا جس طرح کفار کہتے ہیں تو ان خداؤں نے عرش کے مالک پر غالب آنے کی کوئی راہ تلاش کر لی ہوتی، واضح دلائل کے ہوتے ہوئے توحید کا انکار محض ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی ہے وہ پاک ہے اور بہت برتر و بالا ہے ان باتوں سے جو وہ کرتے ہیں۔

آخری آیہ مبارکہ میں پاک و برتر اللہ کی عظمت کو اس طرح فرمایا گیا کہ ساتوں آسمان زمین اور جو کچھ ان میں ہے سارے کے سارے اس کی تسبیح پڑھتے ہیں، حمد کرتے ہیں مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے، بے شک وہ حلیم ہے، بخشنے والا ہے۔ فرشتے انسان جن اور کائنات کی ہر شئی تسبیح پڑھتی ہے، جن چیزوں میں عقل و شعور نہیں ان کی تسبیح سے مراد ان کے حالات کی شہادت ہے کہ وہ نہ اپنے وجود میں مستقل ہیں نہ باقی رہنے میں ان کا نظام کسی بڑی طاقت کے تابع چل رہا ہے۔ یہی شہادت اس کی تسبیح ہے۔

محققین کے ایک طبقہ نے یہ بھی بتایا ہے کہ فرشتے انسان جن ان کی تسبیح اختیاری ہے باقی ساری کائنات کو اللہ نے اپنا تسبیح خواں بنا رکھا ہے۔ کفار بھی اس کی عظمت کے قائل ہیں، دہریے بھی اس طرح قائل ہیں کہ ان کے وجود کا ہر جز جبری طور پر اللہ کی تسبیح کر رہا ہے جیسے درخت، پتھر اور کائنات کی سب چیزیں تسبیح حق میں مصروف ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں حضورﷺ کے ایک معجزہ کا ذکر ہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ابو جہل نے کہا

؎ گر رسولی چیست در دستم نہاں　　　گر خبر داری زراز آسماں

اگر تو رسول ہے تو بتا میری مٹھی میں کیا ہے، حضورﷺ نے فرمایا میں بتاؤں یا وہ شئی خود بولے تو آواز آئی،

؎ لا الہ گفت الا اللہ گفت　　　گوہر احمد رسول الہ سفت

کنکروں نے بآواز بلند کلمہ پڑھا سبھی نے سنا۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں پر کمال معجزہ یہ ہے کہ تسبیح کانوں سے سنی گئی۔ قرآن مقدس نے سیدنا داؤد کے بارہ میں فرمایا ہم نے داؤد کیلئے پہاڑوں کو تابع بنایا وہ صبح وشام اس کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں۔(سورۂ ص)

ابن ماجہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے بیان کیا جسے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے کہتا ہے کیا تیرے اوپر کوئی ایسا آدمی گزرا جو اللہ کو یاد کرنے والا ہو، جب وہ ہاں کہتا ہے تو یہ پہاڑ خوش ہوتا ہے۔ امام بخاری نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہم کھانے پر تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں مکہ مکرمہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ ان روایات کے بعد بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر شی میں ادراک وشعور کا ایک انداز ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے۔ ان روایات سے واضب ہوتا ہے کہ ہر شی کی تسبیح قولی ہے، امام بخاری نے اسطوانہ حنانہ کا واضح ذکر فرمایا ہے، جو یادِ محبوب ﷺ میں رویا ہے، حضور ﷺ سے باتیں کی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ صدق اللہ العظیم	اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں (۴۵) جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن ہے اور جب آپ قرآن میں

صرف اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتے

ہوئے پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتے ہیں(۴٦)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: کفار ومشرکین حضور ﷺ کو قرآن پڑھتے وقت ایذاء پہنچاتے تھے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے سے ان کی بصارت کو سلب کرلیا جب وہ آتے دیکھ نہ سکتے اور گزر جاتے۔ قرآن مقدس نے محبوب کریم ﷺ سے فرمایا محبوب جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اوران کے درمیان پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے،''حجابا مستورا'' کے معنیٰ ہیں یعنی اللہ نے ان کی آنکھوں پر ایسا حجاب ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

''حجابا مستورا'' کی دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی ہے جسے امام ابن جریر لکھتے ہیں، اے محبوب ﷺ جب آپ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو مشرکین جو آخرت کے منکر ہیں تو ہم ان کے اورآپ کے درمیان ایک پردہ ڈال دیتے ہیں جو ان کے دلوں پر حجاب بن جاتا ہے، جو کچھ آپ پڑھتے ہیں وہ سمجھ نہیں سکتے۔ یہاں پر یہ سوال درست نہ ہوگا کہ جب اللہ نے ان کے دلوں کو سمجھنے کے قابل ہی نہ رہنے دیا تو ان پر سزا کیسی؟ جواب واضح ہے جب کفار نے بغض وعناس کی بنا پر حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے محروم کردیا۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جب سورۂ تبت نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی غصہ میں آگئی حضور کی تلاش میں حرم کعبہ آئی کہ حضور کی توہین کرے گالی دے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ (ﷺ) ابولہب کی بیوی ام جمیل آ رہی ہے وہ کہیں بدزبانی پر نہ اُتر آئے، حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ مجھے ہرگز دیکھ ہی نہیں سکے گی اور یہ آیہ مبارکہ پڑھی چنانچہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گستاخانہ باتیں کرکے

چلی گئی۔ہجرت کی رات جب حضورﷺ اپنے گھر سے نکلے ہیں کفار محاصرہ کئے باہر کھڑے تھے مگر آپ کو دیکھ نہ سکے اس وقت یہ آیہ مبارکہ پڑھ کر نکلے تھے ''فاغشینا ہم فہم لا یبصرون'' اس واقعہ سے ایک بات واضح ہو رہی ہے کفار باہر کھڑے رہے ہیں اندر نہیں گئے، کفر کے دور میں بھی ضابطہ تھا کہ کسی کے گھر داخل نہ ہوں، جبکہ آج ہمارے قانون میں یہ چھوٹ ہے پولیس جب چاہے جیسے چاہے گھر میں داخل ہو سکتی ہے۔

حجاب مستور کا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے جیسے آیہ مبارکہ سے واضح بھی ہو رہا ہے ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور کانوں میں بہرا پن پیدا کر دیا جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو وہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضورﷺ کفار کی نگاہوں سے مستور ہونا چاہتے تھے تو سورۂ کہف کی آیہ مبارکہ ''انا ہبلنا علی قلوبہم'' اور سورۂ نحل کی آیہ مبارکہ ''اولئک الذین طبع اللہ'' اور سورۂ جاثیہ کی آیہ مبارکہ ''افرأیت من اتخذ'' پڑھتے اور ان سے مستور ہو جاتے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں حضورﷺ کے مستور ہونے کا یہ معاملہ میں نے ایک شخص سے بیان کیا وہ کسی ضرورت کیلئے روم گیا وہاں کے لوگوں نے اُسے تنگ کیا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا، رومی اُسے پکڑنے کیلئے پیچھے دوڑے اُسے یہ روایت یاد آ گئی اور اُس نے یہ تین آیات پڑھیں اور ان سے بچ گیا وہ دیکھ نہ سکے ۔امام ثعلبی بھی ایسا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہاں کا رہنے والا ایک شخص روم گیا وہاں پکڑا گیا قید ہو گیا موقعہ پا کر قید سے بھاگ نکلا اس کا پیچھا کیا گیا، اُس نے یہ تین آیات پڑھیں اور بچ کر نکل گیا۔ امام قرطبی اپنا واقع فرماتے ہیں میں اُندلس گیا قرطبہ کے قلعہ میں یہ واقعہ پیش آیا، میں دشمن سے بھاگا سامنے بیٹھا، انہیں آیات کی تلاوت کرتا رہا دشمن میرے پاس سے گزرتے گئے اور مجھے نہ دیکھ سکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾

صدق اللہ العظیم

ہم اچھی طرح جانتے ہیں جس غرض کیلئے یہ سنتے ہیں جب آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جس وقت وہ یہ سرگوشیاں کرتے ہیں جب یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے (۴۷) دیکھئے (یہ گستاخ) آپ کیلئے کس طرح مثالیں بیان کرتے ہیں وہ گمراہ ہو گئے اب سیدھی راہ پر نہیں چل سکیں گے (۴۸)

تفسیر

قرآن مقدس نے اس آیہ مبارکہ میں کفار ومشرکین کے متعلق فرمایا، محبوب ہم اچھی طرح جانتے ہیں وہ کس غرض سے قرآن کو سنتے ہیں، سرگوشی کرتے ہیں جب ظالم یہ کہتے ہیں وہ تو ایک ایسا شخص ہے جس پر جادو کیا گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہ احادیث جن میں حضور ﷺ پر جادو ہو جانے کا ذکر ملتا ہے صحیح نہیں، کہ حضور پر جادو ہو جانے سے احکام شرعیہ پر اعتماد نہیں رہتا اور یہ عمل منصب نبوت کے منافی ہے کہ نبی پر جادو ہو۔ یاد رہے نبی پر جادو کا اثر ہو جانا منصب نبوت کے خلاف نہیں کہ انبیاء علیہ السلام انسانی بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے جیسے بیماری کا ہونا، درد کا ہونا، زخم کا ہونا، بھوک کا لگنا، پیاس کا لگنا، منصب نبوت کے خلاف نہیں ایسے ہی نبی پر جادو کا اثر ہو جانا بھی نبوت کے خلاف نہیں۔ محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، حضور ﷺ بیمار ہو گئے کھانے پینے میں کمزوری ہوئی پھر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور اس طرح مکالمہ کیا جیسے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل کیا ہے ایک

فرشتہ سرہانے دوسرا پاؤں کی طرف اور گفتگو کی کہ انہیں تکلیف ہے دوسرے نے کہا ہاں ان پر جادو کیا گیا ہے اور بنو زریق کے یہودیوں نے کیا ہے اور وہ منتر جنتر کی چیزیں فلاں کنویں میں پتھر کے نیچے رکھی گئی ہیں۔ جب وہ فرشتے چلے گئے تو حضور ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا تم اس کنوئیں پر جاؤ اس کا پانی مہندی کے رنگ کا ہوگا، اس میں سے پتھر کے نیچے سے تھیلی کے شکل کی چیز نکالنا انہوں نے ایسا کیا پتھر کے نیچے سے وہ سامان نکالا اس میں گیارہ گرہیں تھیں اس وقت قرآن مقدس کی دو سورتیں نازل ہوئیں۔ ''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' حضور ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی، حتی کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور نبی پاک ﷺ صحت مند ہو گئے۔ مفسرین کرام نے اس عنوان پر بہت کچھ لکھا ہے کہ حضور ﷺ پر جادو کا اثر ہو جانے سے منصب نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

جادو کے اثر ہو جانے میں حکمت کیا تھی؟ بنو زریق کے یہودیوں نے یا بید بن عاصم کی بیٹیوں پر حرکت کی، حضور ﷺ کے کفار و مشرکین کا نظریہ تھا کہ اس پر جادو ہے کوئی جادوگر کہتا تھا یہودیوں نے، یہودیوں نے، یا بید کی بیٹیوں نے کہا ہم اس پر جادو کر کے دیکھ لیتے ہیں اگر جادو کا اثر نہ ہوا تو پتہ چل جائے گا یہ جادوگر ہے اگر ہو گیا تو سمجھ لیں گے جادوگر نہیں۔ چونکہ جادوگر پر جادو کا اثر نہیں ہوتا، آپ پر جادو کا معمولی سا اثر ہو گیا اس سے یہود پر یہ بات واضح ہو گئی کہ جادوگر نہیں، لبید کی بیٹیوں نے بھی کہہ دیا ''محمد جادوگر نہیں'' جادو کے اثر ہونے میں یہ تھا فلسفہ جو واضح ہو گیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا
لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا
حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا
یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ
یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ
فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾
یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَ
تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾

صدق اللہ العظیم

اورانہوں نے کہا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں از سرنو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا (۴۹) فرما دیجئے ایسا ہی ہوگا خواہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا بن جاؤ یا کوئی ایسی مخلوق بن جاؤ جس کا از سرنو پیدا کرنا تمہارے خیال میں مشکل ہے وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون لوٹائے گا تو آپ کہہ دیجئے وہی جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا پس وہ تیری طرف سروں کو حرکت دیں گے اور کہیں گے ایسا کب ہوگا آپ کہہ دیجئے کیا بعد اس کا وقت قریب ہو (۵۱) اس دن کو یاد کرو جب تمہیں اللہ بلائے گا سو تم اس کی حمد کرتے ہوئے جواب دو گے اور یہ گمان کر رہے ہو گے کہ تم دنیا میں تھوڑا عرصہ ٹھہرے (۵۲)

تفسیر

مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے کا انکار کرتے تھے اُنہیں یہ شبہ تھا کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کا جسم گل سڑ جاتا ہے اور ہڈیاں بوسیدہ ہر کر ٹوٹ جاتی ہیں پھر اس کے ذرات زمانہ گزرنے کے ساتھ فضاں میں بکھر جاتے ہیں تو قیامت کے دن یہ ذرات اکٹھے کیسے ہو جائیں گے پھر یہ بھی شبہ تھا کہ مردوں کے ذرات ایک دوسرے سے مل جائیں گے تو پھر الگ الگ کیسے ہوں گے، دوبارہ جسم کیسے بنایا جائے ایسا کرنا مشکل ہے مگر اس کیلئے جس کا علم ناقص ہو طاقت نہ ہو مگر وہ ذات جسکی طاقت کا اندازہ ہی نہیں، اس

کیلئے دوبارہ جسم کا بنانا مشکل نہیں، جیسے اس نے تمہیں پہلے بنایا پھر بھی زندہ کرلے گا پھر فرمایا تم تو مٹی کے اجسام ہو اگر تم لوہے یا کسی اور ایسے جسم کے بن جاؤ جو تمہارے خیال میں سخت ہو تو اللہ اس میں بھی حیات پیدا کردے گا پھر وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ پیدا کون کرے گا آپ کہئے وہی جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا اس پر وہ اپنا سر ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا اس کے بعد قرآن مقدس نے فرمایا جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے سیدنا سعید بن جبیر کہتے ہیں کفار و مشرکین قبروں سے ''سبحانک وبحمدک'' کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ اللہ کی اطاعت اور معرفت کے ساتھ اُٹھیں گے۔

اس آیہ مبارکہ سے ظاہر ہے کافر مومن سبھی اللہ کی حمد کرتے ہوئے اٹھیں گے کیونکہ اس آیہ میں اصل خطاب کفار کو ہی ہے انہیں کے متعلق یہ بیان ہو رہا ہے کہ سب حمد کرتے ہوئے اٹھیں گے مگر اس وقت ان کا حمد کرنا اُنہیں مفید نہیں ہوگا۔ بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ حمد پڑھتے ہوئے اٹھنا صرف مومنین کیلئے ہوگا کفار تو اٹھتے کہیں گے ''یاویلتنا من بعثنا من مرقدنا'' ہائے افسوس ہمیں کس نے ہماری قبروں سے زندہ کر اُٹھایا لیکن ان دونوں اقوال میں تعارض نہیں ہوسکتا۔ شروع میں سبھی حمد کرتے اُٹھیں گے، جب کفار کو مومنین سے الگ کردیا جائے گا تو اس وقت ان کی زبانوں سے وہ کلمات بھی نکلیں گے جو آیہ مذکورہ میں آئے ہیں۔ قرآن وسنت کے بے شمار تصریحات سے ثابت ہے محشر کے مواقف مختلف ہوں گے۔ ہر مؤقف میں لوگوں کے حالات مختلف ہوں گے۔ امام قرطبی کہتے ہیں حشر میں اٹھنے کی ابتداء ہی حمد سے ہوگی اور معاملات کا خاتمہ بھی حمد پر ہوگا۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا تم یہ گمان کروگے کہ دنیا میں تھوڑی دیر ٹھہرے اس سے مراد قبر کا زمانہ ہے اس لئے کہ ایماندار ہیں جب انہیں منادی بلائے گا تو اللہ تعالیٰ کے احسانات پر حمد کرتے ہوئے چلے آئیں گے اور قبر میں گزرے وقت کو کم کہیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

صدق اللہ العظیم

آپ میرے بندوں سے کہہ دیں وہ ایسی باتیں کریں جو عمدہ ہوں بے شک شیطان ان کے درمیان فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے (۵۳) تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے تو تم پر رحم کردے اور اگر چاہے تو تمہیں سزا دے دے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا (۵۴) (کہ ان کے کفر کیلئے جوابدہ ہوں) اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی (۵۵)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں توحید پر دلائل تھے حضورﷺ کی نبوت کا ذکر تھا قیامت کے دن جی اُٹھنے پر مشرکین کے سوالات کے جوابات تھے، اس آیہ کریمہ میں حضورﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! میرے بندوں سے کہتے ہیں وہ مخالفین کو تبلیغ کے دوران نرمی، اِخلاص، اَخلاق سے سمجھائیں اور اچھے طریقہ سے دلائل دیں، سمجھانے کا انداز ایسا ہو س میں سختی، درشتی اور گالی گلوچ کا انداز قطعی نہ ہو سمجھانے کے اس احسن انداز کو قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اس طرح فرمایا ہے ''ولاتجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ھی رجس'' اہل کتاب سے بات کرو تو احسن طریقہ سے کرو اگر تم دوران گفتگو مخالف سے سخت ناروا رویہ رکھو گے تو وہ بھی ایسا ہی انداز اختیار کریں گے جس سے تبلیغ کا فائدہ ختم ہو جائے گا ناراضگی غصہ نمایاں ہوگا۔

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: امام قرطبی کہتے ہیں ایک شخص نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالی دی آپ نے بھی جواب میں سخت رویہ اپنایا، خطرہ پیدا ہو گیا کہ جنگ چھڑ جائے تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ اس آیہ کریمہ کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ مسلمان آپس میں بات چیت کریں تو عجز، اخلاص نرم مزاجی، خندہ پیشانی سے بات کریں۔ بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا بدگمانی سے بچو یہ سب سے چھوٹی بات ہے کسی کی برائی نہ کرو کسی سے بغض نہ رکھو اور کسی سے اپنے تعلق کو نہ توڑ۔ اسی عنوان کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا، ''صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک'' جو تجھ سے کٹتا ہے تو اس سے مل جا، جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اُسے معاف کر جو تیرے ساتھ برائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ اچھائی کر''

اس آیہ مبارکہ کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے محبوب! آپ میرے کافر بندوں سے کہیں کہ وہ ضد ہٹ دھرمی پر نہ اُتریں، ٹھنڈے دل سے اسلام کے دلائل پر غور کریں تاکہ بات کو سمجھ سکیں۔ اگلی آیت میں فرمایا اگر اللہ چاہے تو تمہیں ایمان کی توفیق دے دے اگر چاہے تو تم پر رحم فرمائے اگر چاہے تو تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے اُنہیں کہیئے وہ دین سمجھنے کی پوری کوشش کریں، آپ ان پر سختی نہ کریں تشدد نہ کریں ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ سے سوال ہو یہ کافر کیوں رہے؟ آپ پر حق کا بتانا تھا وہ آپ نے بتا دیا ہے آپ کا رب زمین و آسمان والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور داؤد علیہ السلام کو زبور دینے کا خصوصیت سے ذکر ہے کہ زبور میں وضاحت ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں، یہود کہتے تھے موسیٰ علیہا السلام کے بعد کوئی نبی نہیں حضور ﷺ کے ذکر سے ان کی تردید ہو گئی کہ حضور جلوہ فرما ہوں گے ایک وجہ اور بھی ہے کفار حضور ﷺ پر اعتراض کرتے تھے آپ دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں کھانے پینے اور بال بچوں میں مشغول رہتے ہیں نبی کیسے ہو گئے ان کی تردید ہے، داؤد علیہ السلام جنہیں نبی مانتے ہو وہ بھی

تو مصروف تھے، بادشاہت میں مصروفیت تھی، معلوم ہوا مصروفیت نبوت کے منافی نہیں۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝٥٦ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝٥٧ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝٥٨

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے کہ تم اُن کو پکارو جو تمہارے زعم میں اللہ کے سوا (عبادت کے مستحق ہیں) سو وہ تم سے نہ تو ضرر کو دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ اس کو بدلنے کے (۵٦) جن لوگوں کی (یہ مشرکین) عبادت کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک آپ کے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہئے (۵۷) اور ہم ہر بستی کو قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا اس کو سخت عذاب دینے والے ہیں یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے (۵۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں مشرکین کا رد فرمایا جا رہا ہے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر انہیں مستحق عبادت سمجھ کر پکارتے یا عزیر علیہ السلام، عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے بیٹے جان کر انہیں عبادت کے حق دار سمجھ کر ان کی عبادت کرتے اور انہیں معبود کی حیثیت سے پکارتے ۔ بعض لوگوں نے اس آیہ کی تشریح کرتے

ہوئے یہ کہا کہ خدا کے سوا کسی اور کو امداد کیلئے پکارنا بھی شرک ہے وہ کہتے ہیں جیسے بت پرستی شرک ہے ایسے ہی اللہ کے سوا کسی کو پکارنا بھی شرک ہے، یہ تفسیر نہیں تحریف ہے، کسی کو مطلقا پکاران اور مدد طلب کرنا شرک نہیں۔سورۂ آل عمران میں اس کی تائید ملتی ہے،''فلما احس عیسیٰ منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ'' جب عیسیٰ نے ان کا کفر محسوس کرلیا تو کہا اللہ کی راہ میں کون میری مدد کرنے والے ہیں'' اگر عام مدد کیلئے کسی کو پکارنا بلانا شرک ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام کبھی اپنے حواریوں کو مدد کیلئے نہ بلاتے۔مشرکین کی تردید میں اگلا حصہ اس طرح ہے مشرکین جن کی عبادت کرتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف قریب ترین وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈرنا بھی چاہیئے۔

مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے،اس سلسلہ میں علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے یا تو اس سے مراد جن ہیں جو بعد میں اسلام لے آئے تھے دوسرا قول یہ ہے ان سے مراد حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں،تیسرا قول یہ ہے ان سے مراد فرشتے ہیں اس بے معنی سے اشکال کا حل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک فقرہ میں دے دیا ہے فرماتے ہیں،آیت میں لفظ''یدعون'' یعبدون کے معنی میں ہے۔اس معنیٰ سے بلانے کا پکارنے کا مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے،جن لوگوں کی مشرکین عبادت کرتے ہیں اور غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ کوئی انہیں مستحق عبادت سمجھ کر پکارے،ملت اسلامیہ میں یہ تصور ہی نہیں۔

فرمایا گیا جن کی عبادت کرتے ہیں فرشتے یا انسان یا جن وہ تو خود اللہ کی رحمت کی اُمید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں،تمام جنات فرشتے،انبیاء علیہم السلام اللہ کے بندے ہیں وہ سب اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس سے ڈرتے ہیں انبیاء علیہم السلام اور فرشتے اسلئے نہیں ڈرتے کہ وہ گناہ کرتے ہیں (معاذ اللہ) ان کا ڈر محض اللہ تعالیٰ کی ذات کے جلال سے ہے۔حضور ﷺ کا یہ فرمانا دلیل ہے''انا اتقاکم واعلمکم باللہ او کما قال ﷺ'' تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کا

علم رکھنے والا میں ہوں۔ حضرت سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُمید اور اُس سے ڈر یہ دو مختلف حال ہیں، یہ دونوں برابر ہوں تو انسان صحیح راستہ پر ہے اگر برابر نہ ہوں تو حالات میں خرابی آجاتی ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہم ہر اس بستی کو قیامت سے پہلے برباد کردیں گے یا سخت عذاب میں مبتلا کردیں گے یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقدیر سے ہے، عبدالرحمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جب کسی بستی میں اعلانیہ زنا ہوگا سود کھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس بستی کو ہلاک کرنے کی اجازت دے دے گا، ان بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کے رہنے والے کفر، فحش، لغویات پر اصرار کرنے والے ہوں گے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴿۶۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہمیں معجزات بھیجنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ پہلے لوگ ان کو جھٹلا چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی جو روشن نشانی تھی سو انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کیلئے معجزات بھیجتے ہیں (۵۹) اور جب ہم نے آپ سے کہا آپ کے رب نے سب کو گھیرے میں لے لیا ہے اور ہم نے آپ کو جو جلوہ دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کی آزمائش کیلئے تھا اور اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن مقدس میں لعنت کی گئی ہے اور ہم اُنہیں ڈرا رہے ہیں سو ہمارا ڈرانا تو صرف اُن کی سرکشی کو ہی بہت بڑھا رہا ہے (٦٠)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا ردّ فرمایا، کفر وشرک پر اصرار کرنے ولوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونے کا بنادیں، یہاں سے پہاڑوں کو ہٹادیں کہ وہاں ہم کھیتی باڑی کرسکیں تو حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ محبوب آپ انہیں مہلت دینا چاہتے ہیں تو ہم ان کو مہلت دیدیں گے اگر آپ ان کی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں تو ہم پوری کردیں گے لیکن اگر یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو انہیں برباد کردیا ائے گا جیسے پہلی قوموں کو ہلاک کردیا گیا تھا آپ نے انہیں مہلت دیدی، تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کفار کی اس خواہش کو پورا نہ فرمانے میں یہ حکمت تھی اگر وہ یہ معجزات دیکھ کر پھ بھی ایمان نہ لائے تو انہیں ہلاک کر دیا جائے گا مگر اس طرح نیست ونابود کردینے والا عذاب اس اُمت پر جائز نہ تھا کہ اللہ کے علم میں تھا ان سے کچھ لوگ ایمان لائیں گے یا ان کی اولاد ایمان لائے گی، اس لئے ان کے اس سوال کو پورا نہ کیا گیا یا پھر اس لئے یہ معجزہ نہیں دکھایا گیا کہ پچھلی اُمتوں کے آباؤاجداد نے ایسے مطالبات کئے تھے جو دکھائے گئے مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ہلاک کردئے گئے۔

یا پھر اس لئے انہیں یہ فرمائشی معجزات نہ دکھائے گئے اللہ کے علم میں تھا کہ مانیں گے نہیں تو اس صورت میں ان معجزات کا ظاہر کرنا بے سود تھا اور اللہ تعالیٰ کسی عبث، فضول کام کو پسند نہیں فرماتا، صالح علیہ السلام کی قوم کو واضح بصیرت افروز معجزہ دکھایا گیا، اونٹنی پتھر سے نمودار ہوئی پھر انہوں نے اس لئے ظلم کیا اس معجزہ کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا اور پھر فرمایا ہم صرف ڈرانے کیلئے معجزات بھیجتے ہیں جب کفار کے فرمائشی معجزات دکھائے نہ گئے تو کفار نے اعتراض کیا اگر یہ برحق رسول ہوتے تو معجزات دکھادیتے جیسے موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء علیہم السلام نے معجزات دکھائے تھے تو بارگاہ قدس سے فرمایا گیا، محبوب! اللہ کی قدرت تمام لوگوں کو محیط ہے، اور سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور جب ایسا ہے تو آپ پریشان

نہ ہوں، مخالفین کسی ایسے کام پر قادر نہیں ہوں گے جو اللہ کی قضا وقدر کے خلاف ہو، آپ دین کی تبلیغ کرتے رہیں ان کی پرواہ نہ کریں آپ کے خلاف ان کے منصوبے کامیاب نہیں ہوں گے'' واللہ یعصمك من الناس '' تیرا اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ فرمائے گا۔ جب آپ کے رب نے اس ب کا احاطہ کر رکھا ہے، اللہ آپ کو مکہ والوں پر غالب فرمائے۔ سورۂ آل عمران میں اس کی تائید اس طرح ملتی ہے'' قل للذین کفروا ستغلبون '' کفار سے کہہ دیجئے تم مغلوب ہوگے۔

اگلی آیہ پاک میں حضور ﷺ کو معراج کی شب پہچانے اور کمالات دکھانے کا ذکر ہے، کچھ لوگوں کو اس آیہ مبارکہ سے شبہ ہوا کہ معراج کا واقعہ خواب کا ہے ایسا ہرگز نہیں، ملت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ معراج کا واقعہ خواب میں نہیں عالم بیداری میں پیش آیا ہے، اس سورۃ کے آغاز میں تفصیلی تبصرہ ہو چکا ہے اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار ومشرکین اعتراض نہ کرتے، خوابیں تو آتی رہتی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے یہ رویا آنکھ سے تھا یہ خواب کا واقعہ نہیں جیسے معراج شریف کا واقعہ لوگوں کی آزمائش کیلئے ہی تھا، اسی طرح شجرہ زقوم بھی آزمائش ہے ابو جہل نے کہا کیا دوزخ جلائے گا بھی اور وہاں درخت بھی ہے۔ قرآن مقدس میں زقوم کیلئے فرمایا گیا ہے وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے دوزخی اس درخت سے کھائیں گے۔ زقوم کا معنیٰ ہے تھوہر کا درخت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر دوزخ کے زقوم کا ایک قطرہ بھی زمین والوں پر بھیج دیا جائے تو ان کی زندگیاں خراب ہو جائیں گی۔ اس آیہ مبارکہ میں اس درخت کو ملعون بھی فرمایا گیا ہے یا تو اس لئے کہ دوزخی کھاتے وقت اس پر لعنت بھیجیں گے یا اس لئے کہ ملعون کا معنی دور کیا ہوا ہے یعنی یہ درخت تمام اچھی صفات سے دور ہے۔ ملعون کا معنی ندامت کیا ہوا بھی ہے، قرآن نے اس کی مذمت کی ہے اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کھانے والے ملعون ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا ہم ان کو درخت زقوم سے ڈراتے ہیں، اور ہمارا ڈرانا تو ان میں بڑے طغیان کو بڑھا رہا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ ۫ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا اس نے کہا کیا اس آدم کو سجدہ کروں جسے تو نے کیچڑ سے پیدا کیا (۶۱) اس نے کہا بتا اس کی وجہ کیا ہے کہ تو نے (آدم) کو مجھ پر فضیلت دی اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو اس کی اولاد جڑ سے اکھاڑ دوں گا (سوائے چند افراد کے جو بچ سکیں گے (۶۲) (اللہ نے) فرمایا جا (جو مرضی ہو کر) جو اُن میں سے تیری پیروی کرے گا بے شک تم سب کی سزا پوری پوری جہنم ہے (۶۳)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قوم ثمود کا اونٹنی ظاہر ہونے کے معجزہ کو نہ ماننا، انبیاء علیہم السلام سے سرکشی ان کی مخالفت کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ اور سب ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے کفار کی سرکشی، حسد بغاوت انبیاء سے بغاوت کوئی نیا مسئلہ نہیں جب ہم نے تمام فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سبھی سجدہ میں گر گئے مگر ابلیس اکڑا رہا اور بحث شروع کر دی کیا میں اُسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے میری عبادت زہد پر اُسے عزت دیدی ہے اچھا اب میری اس سے قیامت تک دشمنی ہے اے اللہ! اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو میں اُس کی نسل کو برباد کروں گا اس کی اولاد کو کفر و شرک بدعت میں مبتلا رکھوں گا اور جڑ سے اکھاڑ دوں گا کچھ تھوڑے لوگ ہی ایسے ہوں گے جو میرے قابو نہ آ سکیں گے اس ارشاد سے حضور ﷺ سے فرمایا محبوب! کفار کی مخالفت، حسد آپ کے ساتھ ہی نہیں یہ حسد کینہ عداوت

تکبّر تو آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا جو ابلیس کی متکبرانہ بحث کے بعد بارگاہ قدس سے حکم ہوا اچھا جا کر لے جو کچھ کرنا ہے تیری اور تیری سازش میں جو آجائیں گے ان کی بھرپور سزا جہنم ہے جہاں تجھے اور تیرے پیروکاروں کو سزا ملے گی۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾

صدق اللہ العظیم

تو اُن میں سے جن کو اپنی آواز کے ساتھ پھسلا سکتا ہے پھسلانے اور اُن راپنے سواروں اور پیاروں کے ساتھ چڑھائی کر دے اور اُن کے اموال اور اولاد میں شریک ہو جا اور اُن سے وعدے کر اور شیطان اُن سے جو بھی وعدے کرتا ہے دھوکا ہوتا ہے (۶۴) بے شک میرے (خاص) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہو گا اور آپ کیلئے آپ کا رب کافی کارساز ہے (۶۵) تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو بے شک وہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے (٦٦)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں شیطان کو تمام اُن وسائل کے اختیار کرنے کا کہہ دیا گیا ہے جن سے گمراہ کر سکتا ہے اس آیہ مبارکہ میں اُن حربوں کی تفصیل فرمائی گئی ہے جن سے وہ انسانوں کو گمراہ کر سکتا ہے اور کرتا رہتا

ہے ان گمراہ کن ذرائع ہیں پہلا ذریعہ آواز ہے۔اس ذریعہ میں خوش الحانی ،لغویات پر مبنی اشعار، لچھے دار گمراہ کن تقریریں، بحث مباحثے، دھوکہ دہی کی تجویزیں سبھی ایسی صورتیں شامل ہیں۔دوسرا ذریعہ اپنے پیروکاراور حواریوں کو اکٹھا کر کے یکبارگی حملہ سے اہل حق کو بہکا دیا جائے، تیسرا ذریعہ فرمایا گیا لوگوں کے مال، اولاد میں شریک ہوکر حق کی راہ سے بھٹکا دے، مال میں شریک ہونا اس طرح کہ اُن کے مال کو غلط راہ پر خرچ کرادے، اولاد میں شریک ہونا اس طرح کہ تربیت ایسی ہو کہ اولاد جوان ہوکر برائی میں مبتلا ہو ان کے کاموں سے اسلام دشمنی واضح ہو، والدین اعزاء، اقربا سے دشمنی ہو، مال میں شریک ہونے کا ایک معنیٰ یہ بھی گیا گیا ہے کہ شیطان کے ورغلانے سے وسوسے ڈالنے سے حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جائے جیسے چاہے مال کمائے جہاں چاہے خرچ کرے،اس حرام مال سے حلال وحرام کی تمیز ختم ہونے کے بعد جو اولاد ہوگی وہ بھی حصہ دار ہوگی۔اولاد میں شیطان کی شرکت، اولاد حرام ہونے سے بھی ہوتی ہے اور اس سے بھی کہ اولاد کے نام غیر اسلامی غیر شرعی رکھے جائیں یا اس اولاد کی پرورش کیلئے رزق حرام کمائے۔

شیطان کے گمراہ کرنے کے ذرائع میں ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ جھوٹے وعدوں سے بندوں کو گرویدہ کرلے اور گمراہ کن دلکش لالچ میں مبتلا کردے۔آیہ مبارکہ کے اختتام پر یہ فرمایا گیا شیطان کے وعدہ میں مکر ہے فریب ہے دھوکہ ہے، شیطان سے فرمادیا گیا کہ تیرے مکروفریب دھوکہ بازیاں، غلط مشورے، غلط لالچ جس قدر بھی ہو جائیں جیسے بھی ہوں وہ میرے بندوں پر کبھی بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے اور نہ ہی تجھے ان پر کبھی غلبہ ہوسکتا ہے محبوب پاک سے فرمایا گیا محبوب! آپ پروانہ نہ کریں تیرا رب اپنے بندوں کیلئے کافی کارساز ہے۔اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کیلئے کارساز ہونا بہت بڑا انعام ہے اس کا فضل ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں ایک اور عظیم فضل کا ذکر فرمادیا گیا ہے کہ سمندروں کے گہرے پانیوں میں طوفان برپا کردینے والی موجوں میں تمہارے لئے کشتیاں چلاتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو بے شک وہ تمہارے ساتھ رحم ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ
تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى
الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾
اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ
یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا
لَكُمْ وَكِیْلًاۙ ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ
تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ
الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا
لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ (معبود) گم ہو جاتے ہیں جنہیں تم پکارتے ہوسوااللہ کے پس جب وہ (اللہ) تمہیں خیریت سے کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو تم روگردانی کرنے لگتے ہواور انسان بڑاناشکرا ہے (٦٧) کیاتم بے خوف ہوگئے ہوکہ اللہ تمہارے ساتھ خشکی کے کنارہ کو دھنسا دے یا تم پر کوئی اور اولے برسانے والا بادل بھیج دے پھراس وقت تم اپنے کیلئے کوئی کارساز نہ پاؤ گے (٦٨) کیاتم اس سے بے خوف ہوگئے ہوکہ اللہ تمہیں دریا، سمندر میں پہنچائے اور تم پر کشتیوں کو توڑنے والی آندھی بھیج دے پھر تمہیں تمہارے کفر کی وجہ سے غرق کردے پھرتم نہ پاؤ گے اپنے لئے اس ڈبونے پر انتقام لینے والا (٦٩)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنی ایک عظیم نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ میں نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا ہے کہ تم اپنے کاروبار میں اس سے فائدہ حاصل کرو، ایک علاقہ سے دوسرے علاقے میں جانے کیلئے دشواری نہ ہو، تجارتی کاروبار میں وقت نہ ہومگر انسانو! تمہاری حالت یہ ہے جب کبھی تمہیں سمندر میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ معبودان باطل جنہیں تم پکارتے ہو کہیں نہیں ہوتے صرف اللہ ہی کی

ذات ہوتی ہےاوراسی کوہی پکارتے ہواور پھر جب اللہ تمہیں غرق ہونے سے بچالیتا ہےاورتم خشکی پر سلامتی سے پہنچ جاتے ہوتو اللہ پرایمان لانے سے اعراض کرتے ہواورانسان بہت ناشکرا ہے پھرفرمایا کیاتم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے پر دھنس دے یا تم پرآگ برسا دے ایسی صورت میں تم اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاؤ۔

کیاتم اس سے بےخوف ہوگئے ہوکہ خشکی پرآجانے کے بعدتم پرکوئی مصیبت نہیں آئے گی اورتمہیں خشکی کے کسی کنارے پردھنسا نہیں دیا جائے گا جس طرح اللہ اس پر قادر ہے کہ تمہیں سمندر میں ڈبودے اس پربھی قادر ہے کہ زمین میں دھنسا دے جیسے وہ اس پر قادر ہے کہ تمہیں زمین کے نیچے سے عذاب میں مبتلا کردے ایسے اس پر قادر ہے کہ اوپر سے پتھر برسادےاورتم کوئی مددگار نہ پاسکو، کیاتم اس سے بے خوف ہو گئے ہوکہ وہ تمہیں دریا سمندری سفرمیں بھیج دے پھرتم پر تیز وتند ہواؤں کو بھیج دےاور تمہیں تمہارے کفر کے سبب بربادکردے پھرتم ہمارے خلاف کوئی چارہ جوئی کرنے والا نہ پاسکو، مشرکین کی نالائقی کو اس طرح فرمایا گیا ہے کہ سمندر میں عذاب سے ڈرکرتائب ہوجاتے ہو، خشکی پرقدم رکھتے ہی اکھڑ بن جاتے ہو، گویا تم نے سمجھ رکھا ہے خشکی پرشرک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کفارومشرکین کی بری عادات کا ذکرفرمایا گیا ہے ساتھ ہی یہ تنبیہ غافل مسلمانوں کو بھی خبردار کر رہی ہے کہ وہ بھی ایسی قبیح حرکات سے بچیں اور خدائے ذوالجلال سے اپنے عقیدہ کو مضبوط بنائیں ۔آیہ کریمہ میں انسان کو ناشکرا فرمایا گیا ہے اسلام تقویٰ پرہیزگاری اورقرب مصطفیٰ میں زندگی گزارنا ہی شکر کی زندگی ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک ہم نے اولاد آدم کو فضیلت دی اور ان کو خشکی اور سمندر کی سواریاں دیں اور ان کو اپک چیزوں سے دیا اور ان کو ہم نے اپنی مخلوق میں سے بہتوں پر فضیلت دی (۷۰) جس دن تمام لوگوں کو اُن کے امام کے ساتھ بلائیں گے سو جن لوگوں کو ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے اعمال نامہ کو پڑھیں گے اور اُن پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا (۷۱)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں شرف انسانیت کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے اولاد آدم کو عزت سے نوازا، دریاؤں صحراؤں کو ان کے تابع کی ا، طیب رزق بخشا اور بہت سی مخلوق پر فضیلت دی، زمین وآسمان کی تمام مخلوق میں امتیاز بھی دیا، انسانیت کے شرف کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ساری کائنات میں اپنے ہاتھ سے جس مخلوق کو بنایا وہ انسان ہی ہے، باقی ساری مخلوق لفظ کن سے ہے یہ بھی ایک شرف ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہمارا جدامجد بنایا، یہ بھی ایک شرف ہے کہ رب قدوس نے انسان کو اپنی کتابوں سے نوازا، تورات، انجیل، زبور، قرآن مقدس انسان کیلئے ہی آئیں، یہ بھی ایک شرف ہے نبوت کا عظیم مقام صرف انسانوں کو ہی بخشا گیا، یہ بھی ایک عظیم شرف ہے صرف انسان کو اپنا نائب وخلیفہ بنایا، یہ بھی ایک شرف ہے انسان کو فرشتوں سے زیادہ علم دیا، ایک عظیم شرف یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ مسلم شریف کے اندر حدیث موجود ہے جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے

بھائی کو مارے تو چہرے سے اجتناب کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا (صحیح مسلم شریف، کتاب البر والصلہ)

ایک عظیم شرف یہ بھی ہے کہ انسان کو حسین شکل میں بنایا، ایک شرف یہ بھی ہے کہ انسان کو قد وقامت سے نوازا، وہ سیدھا کھڑا ہوتا ہے جب کہ ساری مخلوق جھک کر چلتی ہے ایک عظیم شرف یہ بھی بخشا کہ انسان کو لکھنے پڑھنے کی صفت سے نوازا، ایک اور شرف کا ذکر ہے، حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک ابن آدم سے زیادہ عزت والی کوئی چیز نہیں۔ اس عنوان پر بہت سا مواد ملتا ہے، طوالت کے خوف سے مختصر درج ہے۔

''یوم ندعو کل اناس'' ہم قیامت کے دن تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ امام کا معنیٰ ہے جس کی لوگ اقتداء کریں، خواہ وہ لوگ ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر، ہر نبی اپنی امت کا امام ہے، اب معنیٰ ہوگا ہر شخص کو اس کے نبی کے نام سے بلایا جائے گا، ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں امام سے مراد عام ہے خواہ امام ہدایت ہو یا امام گمراہی۔ عطیہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اس سے مراد ان کے اعمال ہیں، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں اس سے مراد اکی کتاب ہے۔ سورۂ یٰسین میں ہے ''کل شی احصینہ فی امام مبین'' اس میں امام مبین سے مراد واضح کتاب ہے۔ ترمذی کی حدیث جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جسے امام ترمذی نے حسن غریب کہا ہے امام سے مراد کتاب ہے

اس طرح بلایا جائے گا، اے انجیل والو، اے توراۃ والو، اے زبور والو، اے قرآن والو۔ ہر شخص کو اس کے نبی کے نام سے بلایا جائے گا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے لوگ جس مذہب کی پیروی کرتے تھے اسی مذہب کے امام کے نام سے بلایا جائے گا۔ اے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل صدقہ کو صدقہ کے باب سے پکارا جائے گا، اہل جہاد کو باب جہادے بلایا جائے گا بعض نے یہ بھی کہا کہ ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا اس میں حکمت یہ ہے کہ اولاد زنا کو رسوائی سے بچانے کیلئے مگر یہ

قول ایک واضح حدیث کے خلاف ہے۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا تم قیامت کے دن اپنے ناموں اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے،تو اپنے نام اچھے رکھو۔عربی میں امام کا غالب استعمال اس لئے ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔

اس آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے جن لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا وہ پڑھیں گے اور ان پر ذرا برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔آیت کے اس حصہ سے استدلال کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے امام سے مراد اعمال نامہ ہے کہ لوگوں کو اُن کے اعمال ناموں سے پکارا جائے گا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖۗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝

صدق اللہ العظیم

اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راستہ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا (۷۲) اور قریب تھا کہ وہ آپ کو اس چیز سے لغزش دے دے جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے تا کہ آپ اس کے علاوہ ہم پر کوئی اور بات گھڑ دیں اور تب یہ لوگ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے (۷۳) اور اگر بالفرض ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے (۷۴) تو اس وقت ہم آپ کو دنیا کی زندگی میں دگنا مزا چکھاتے اور دگنا مزہ موت کے وقت پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار نہ پاتے (۷۵)

تفسیر

پچھلی آیہ مقدسہ میں ارشاد تھا ہم نے بنی آدم کو عزت سے نوازا، کمالات بخشے انعامات دیئے، سیدنا عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اولادآدم پر جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو انسان، ان نعمتوں میں آکر بھی حق کی معرفت سے اندھا رہا اور اُس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا تو وہ آخرت میں بھی اللہ کے تقرب سے اندھا رہے گا۔ ابوعلی فارسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت میں زیادہ اندھا ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ دنیا میں اندھے پن سے نکلنے کی ایک راہ یہ تھی کہ وہ دلائل سے غوروفکر کر کے حق کو قبول کر لیا اور آخرت میں اس کے اندھے پن سے نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ آخرت میں ثواب کے حصول اور عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ آخرت میں اندھا پن اس لئے زیادہ ہوگا کہ دنیا میں اس کی گمراہی دن بہ دن بڑھتی رہی اور آخرت میں وہ ان تمام گمراہیوں کا مجسمہ ہوگا۔ ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اندھا رہا آخرت میں جنت کے راستے سے اندھا رہے گا، ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے جو شخص دنیا میں بصیرت سے اندھا رہا وہ آخرت میں بصارت سے اندھا ہوگا، قرآن مقدس نے اس عنوان کو سورۃ طٰہٰ میں اس طرح بھی ذکر فرمایا ہے، جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ ''ومن اعرض عن ذکری'' کا ارشاد واضح ہے۔ ''وان کادو'' کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب تھا وہ لوگ آپ کو لغزش دیدیتے جس چیز کی ہم نے آپ کو وحی کی ہے۔ ان آیات مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کفار نے کہا ہمیں ایک سال مہلت دیدیں، پھر ہم اسلام لے آئیں گے اور اپنے بتوں کو توڑ دیں گے آپ کے قلب انور میں انہیں مہلت دینے کا خیال آیا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوگئی۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک اور روایت اس طرح بیان فرمائی کہ ایک رات قریش مکہ دیر تک حضور ﷺ سے باتیں کرتے رہے، قریب تھا

کہ آپ بعض چیزوں میں ان کی موافقت کر لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ اس آیہ پاک میں اسی طرف اشارہ ہے، ایک روایت اس طرح بھی ملتی ہے کفار نے کہا آپ غریب لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں کہ ہمیں ان سے بو آتی ہے۔ حضور ﷺ کے قلب انور میں یہ خیال گزرا کہ ان کی بات مان لی جائے، ہو سکتا ہے یہ لوگ مسلمان ہو جائیں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوگئی۔

آیہ مبارکہ میں فرما دیا گیا کہ ان کی بات فتنہ ہے ان کی دوستی بھی فتنہ ہے اور پھر فرما دیا گیا اگر ہماری طرف سے آپ کی ثابت قدمی کا اہتمام نہ ہوگا تو کچھ بعید نہ تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑے سے میلان کے قریب ہو جاتے۔ تفسیر مظہری میں ہے اس وجہ سے یہ بات واضح سمجھی جا رہی ہے کہ کفار کی لغویات کی طرف توجہ ﷺ کے میلان کا کوئی احتمال ہی نہ تھا، ہاں میلان کے قریب ہو جانے کا بہت قلیل حد میں امکان تھا مگر اللہ تعالیٰ نے معصوم بنا کر اس سے بھی بچا لیا۔ یہ آیہ کریمہ حضور ﷺ کی اعلیٰ ترین پاکیزہ خلقت پر بڑی دلیل ہے، زیادہ سے زیادہ یہ بات ہوتی کہ میلان کے قریب ہوتے مگر پیغمبرانہ عصمت نے اُسے بھی ختم کر دیا، بعض لوگوں نے اس آیہ کو عصمت کے منافی سمجھا، ایسا ہرگز نہیں عصمت کے خلاف بات اس وقت ہوتی جب فتنہ میں مبتلا ہو جاتے اگر اللہ آپ کو ثابت قدم نہ رکھتا تو آپ مائل ہو جاتے چونکہ ثابت قدم رکھا، اس لئے آپ ان کی طرف مائل بھی نہیں ہوئے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں، آپ بفرض محال کفار کی خواہشات کو مان لیتے اور اُن کی طرف مائل ہونے کا ارادہ کر لیتے تو دگنے گذاب کے مستحق ہوے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور ﷺ معصوم ہیں لیکن اس آیہ میں آپ کی امت کو ڈرایا گیا ہے تا کہ مومنین میں سے وئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کے احکام میں کسی مشرک کی طرف مائل نہ ہو۔

وصلّی اللّٰه تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

صدق اللہ العظیم

اور قریب تھا کہ وہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تا کہ آپ کو اس سے باہر کر دیں پھر یہ بھی آپکے بعد کم عرصہ ٹھہر پاتے (۷۶) آپ سے پہلے جو ہم نے رسول بھیجے تھے ان کیلئے بھی یہی دستور تھا اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے (۷۷) آپ سورج ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں اور فجر کی نماز قائم کریں بیشک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (۷۸)

تفسیر

اس آیہ کی تشریح میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ لوگ اہل مکہ تھے جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا ارادہ کیا اور اگر وہ ایسا کر لیتے تو پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی یعنی وہ بھی مکہ میں نہ رہ سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو نکالنے سے روک دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو مکہ سے نکلنے کا حکم فرمایا پھر حضور ﷺ کے جانے کیبعد یہ لوگ بہت کم عرصہ مکہ میں رہ سکے، حتی کہ میدان بدر میں بہت سے مشرکین مارے گئے اور کافی قید ہو گئے اور ان کی قوت ٹوٹ گئی اور غزوۂ احد ے آخری نتیجہ میں ان پر مزید ہیبت طاری ہو گئی اور غزوۂ احزاب کے آخری معرکہ نے تو ان کی کمر توڑ دی، پھر آٹھ سال بعد حضور ﷺ نے مکہ شریف کو فتح کر لیا۔

اگلی آیہ مبارکہ مں فرمایا ہمارا یہی دستور رہے، جب کوئی قوم اپنے نبی کو دکھ دیتی ہے اور اپنے وطن سے نکل جانے پر مجبور کرتی ہے اور وہ نبی ان کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کر جاتا ہے تو پھر ان مجرم کفار کیلئے

عذاب الٰہی آنے میں دیر نہیں لگتی، یہ ہمارا ایسا دستور ہے جس میں ردوبدل کی گنجائش نہیں۔ کفار و مشرکین کی طرف سے دی انے والی تکالیف کو برداشت کرنے اور اپنے سارے معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے کیلئے نماز پڑھنے کا حکم دیا جارہا ہے کہ آپ بارگاہ قدس کی طرف متوجہ رہیں اور اپنے سارے معاملات میں اسی پر بھروسہ رکھیں،۔

''اقم الصلوٰۃ'' کے ارشاد میں نمازوں کے اوقات فرمائے جارہے ہیں، زوال آفتاب سے غروب شفق تک چار نمازوں کے اوقات ہو گئے فجر کی نماز کا وقت الگ فرما دیا گیا اور فرمایا فجر کی نماز میں دن اور رات ے فرشتے اس وقت اکٹھے ہوتے ہیں۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے دشمنوں کے مکر وفریب سے بچنے کا بہترین علاج نماز ہے، قرآن مقدس نے ایک دوسرے مقام پر اس عنوان کو اس طرح فرمایا ''ولقد نعلم انک یقین صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک'' ہم جانتے ہیں کفار کے دل آزار اقوال سے آپ کے دل تنگ ہوتے ہیں تو آپ اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔ اس آیہ پاک یں دشمنوں کی تکلیفوں سے بچنے کا علاج اللہ کی تسبیح ذکر اور حمد کو قرآن قدس نے فرمایا ''واستعینو ابالصبر والصلو ۃ'' صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿٧٩﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿٨٠﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾

صدق اللہ العظیم

اور رات کے بعض حصہ میں اُٹھو اور نماز تہجد ادا کرو (تلاوت قرآن کے ساتھ) یہ نماز زائد ہے آپ کیلئے یقیناً فائز فرمائے گا آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر (۷۹) اور دعا مانگا کیجئے اے میرے رب جہاں کہیں تو مجھے لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں کہیں سے مجھے لے

آئے سچائی کے ساتھ لے آ اور اپنی طرف سے
مجھے وہ قوت عطا فرما جو مدد کرنے والی ہو(۸۰)
اور آپ کہہ دیجئے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا
بے شک باطل مٹنے والا ہی تھا(۸۱)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیں، رات کو سو کر اٹھنا نیند کو زائل کرنا تہجد ہے نیند سے اُٹھ کر پڑھے تو تہجد ہوگی، ساری رات جاگ کر نفل پڑھتا رہے تو یہ نوافل ہیں، عبادت ہے مگر تہجد نہیں۔ تہجد کی نماز تب ہوگی جب عشاء پڑھ کر سو جائے پھر تہجد کیلئے بیدار ہو اور نماز پڑھے۔ تہجد کی رکعات کے متعلق مختلف روایات ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد میں سات اور نو کا ذکر ملتا ہے۔ خالد بن زید رضی اللہ نے گیارہ رکعت کو بیان کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے آپ نے تیرہ رکعات پڑھیں، ان مختلف روایات کو اس طرح اکٹھا کیا جا سکتا ہے آپ نے شروع عمر میں زیادہ رکعات پڑھیں۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ عمر رسیدہ ہو گئے تو آپ سات رکعات پڑھا کرتے تھے، کوئی اُمتی ان رکعات میں سے جتنی پڑھ لے گا حضور ﷺ کی سنت کو پا لے گا، آپ نے وتروں کو شامل کر کے کم از کم سات رکعات پڑھی ہیں اور زیادہ سے یادہ تیرہ رکعات۔ صحیح بخاری و مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس طرح ملتی ہے کہ حضور ﷺ رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نہ پڑھتے تھے۔ احناف کے نزدیک ان گیارہ رکعات میں تین وتر ہوتے تھے اور آٹھ رکعات تہجد۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تہجد آپ کیلئے نفل ہے، ''فضل'' کا معنی جو اصل پر زائد ہو، بعض علماء نے کہا

ہے کہ آپ پر باقی نمازوں کے علاوہ تہجد کی نماز زائد فرض ہے۔ یہ معنیٰ اس لئے محل نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، ان کے پڑھنے سے اجر پچاس کا ہے۔ علامہ عینی نے اس طرح فرمایا ہے کہ پہلے رات کو قیام فرض تھا جب پانچ نمایں فرض ہوگئیں تو تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ رات کو اُٹھیں اور بارگاہ قدس میں سر نیاز جھکائیں آپ کو مقام محمود دیا جائے گا اس کے بارہ میں حضور ﷺ کا اپنا ارشاد ہے یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کیلئے شفاعت کروں گا، امام مسلم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ایک دفعہ حضور ﷺ نے بارگاہ قدس میں ہاتھ اُٹھا اور زار و قطار رو کر عرض کی اُمتی اُمتی، اے اللہ! میری اُمت کو بخش دے، جبریل علیہ السلام کو حکم ہوا جبریل جاؤ، یرے محبوب سے کہہ دو اے محبوب! ہم تجھے تیری اُمت کے بارہ میں راضی کر دیں گے ایک اور حدیث شریف میں ہے لوگ تمام انبیاء کے دروازوں سے پھر کر محبوب کریم کے ہاں حاضری دیں گے تو حضور فرمائیں گے

''اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا''

پھر حضور سجدہ میں جائیں گے درخواست کریں گے، حکم ہوگا محبوب! سر اُٹھایئے مانگئے آپ کو دیا جائے گا، سفارش کیجئے قبول کی جائے گی۔ ''وقل رب ادخلنی'' پہلی آیات مبارکہ میں حضور ﷺ کو پنجگانہ نماز اور تہجد کی تلقین فرمائی گئی مقام محمود کا وعدہ فرمایا جو آخرت میں پورا ہوگا۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کو کفار کی تکالیف سے محفوظ رہنے کیلئے مدینہ منورہ کی ہجرت ارشاد فرمائی۔ ترمذی شریف میں عبداللہ ابن عباس سے اس طرح روایت ملتی ہے جب حضور کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، آیہ مبارکہ میں مکہ سے نکلنے اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے کا ذکر ہے داخل ہونے کی جگہ سے مراد مدینہ منورہ ہے، خارج ہونے کی جگہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے، اے اللہ! مدینہ منورہ میں میرا داخلہ بخیر و خوبی ہو وہاں کوئی ناگوار صورت پیش نہ آئے اور مکہ مکرمہ سے نکلنا بخیر و خوبی ہوائے اور مجھے اپنی طرف سے مدد عطا فرما۔

''جاء الحق وزہق الباطل'' یہ آیہ کریمہ ہجرت کے بعد فتح مکہ کے بارے میں نازل ہوئی، ابن مسعود

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فتح مکہ کے دن جب شہر مکہ میں داخل ہوئے تو یہ آیہ مبارکہ زبان پر تھی ’’حق آ گیا باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا حق سے مراد ذات مصطفی ﷺ ہے، اسلام ہے، قرآن مجید ہے توحید باری ہے، حضور آ گئے تو سب کچھ آ گیا۔

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

کعبہ کے اندر ۳۶۰ تھے ایک ایک بت کو چھڑی مارتے جاتے اور گراتے جاتے اور پھر آپ نے انہیں توڑنے کا حکم دیا، امام قرطبی فرماتے ہیں حضور کے اس عمل سے واضح ہوتا ہے کفر و شرک کے نشانات مٹانا ضروری ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۗ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کیلئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کیلئے سوائے نقصان کے اور کچھ زیادتی نہیں ہوگی (۸۲) اور جب ہم انسان کو کوئی انعام دیتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے (۸۳) آپ کہتے ہر شخص اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ ہدایت والے طریقہ پر ہے (۸۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کا روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ہونا ذکر فرمایا گیا ہے کفر و شرک اور برے اخلاق کی بیماریوں سے یہ کتاب نجات دیتی ہے، باطنی بیماریوں سے شفا دیتی ہے پوری ملت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے، یہ مقدس کتاب ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتی ہے قرآن مقدس کی آیات پڑھ کر مریض کو دم کرنا، تعویذ اس کے گلے ڈالنا، ظاہری بیماریوں کیلئے بھی شفاء ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت ہے بعض صحابہ عرب کے کسی قبیلہ میں گئے اور ان لوگوں نے ان کی ضیافت نہ کی اسی دوران قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا قبیلہ والوں نے صحابہ سے پوچھا کیا تمہارے پاس اس کی کوئی دوا ہے یا دم ہے صحابہ نے کہا تم نے ہمیں کھانا نہیں دیا تھا، ہم اُجرت لے کر علاج کریں گے۔ قبیلہ والوں نے صحابہ کو بکریاں دینا طے کر لیا پھر ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس پر اپنا تھوک لگایا، اللہ نے اُسے شفا دے دی پھر قافلہ والے بکریاں لے کر آئے صحابہ نے فرمایا ہم اس وقت تک یہ بکریاں نہیں لیں گے جب تک حضور ﷺ سے پوچھ نہ لیں حضور سے پوچھا گیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا بکریاں لے لو اور میرا حصہ بھی نکالو۔ اسی ضمن میں حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت مزید تائید ہے آپ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ زیادہ بیمار ہو گئے تو میں سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھ کر آپ پر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تھی تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے شفا ہو۔

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم دورِ جاہلیت میں دم کرتے تھے، حضور! اس سے متعلق کیا حکم ہے، فرمایا دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں کئی روایات میں صحابہ کرام سے معوذات اور دوسری آیات قرآن حکیم کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا، تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا ثابت ہے، اس آیہ کے تحت امام قرطبی نے تفصیل سے لکھا ہے آیہ کے آخری حصہ "**ولا یزید الظالمین**" سے واضح ہو رہا ہے جیسے قرآن حکیم کو اعتقاد و احترام سے پڑھا جائے تو اس کا شفا ہونا ظاہر

ہے اسی طرح اس کا انکار بے ادبی خسارہ اور آفات کا ذریعہ ہے، واذا انعمنا کے ارشاد سے فرمایا جارہا ہے انسانوں میں کچھ ایسے کمزور انسان ہوتے ہیں جب ان کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے تو وہ یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں اور بغاوت وسرکشی پر اُتر آتے ہیں اور جب اللہ ان کی ناشکری کی وجہ سے اُن سے نعمت چھین لیتا ہے یا ان پر کوئی مصیبت نازل کرتا ہے تو وہ مایوس ہوجاتے ہیں ’’قل کل یعمل‘‘ کے ارشاد میں ہے ہر شخص اپنے مزاج کے مطابق عمل کرتا ہے جن لوگوں کی روحیں پاک ہیں ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان پر تقویٰ اور طہارت کا ظہور ہوتا ہے اور ناپاک روحوں پر ہو تو ان پر گمراہی اور سرکشی کا اظہار ہوتا ہے اگر بارش زرخیز زمین پر ہو تو کھیتی بڑھتی ہے سبزہ ہوتا ہے، اور بنجر شوریدہ زمین پر ہو تو خرابی اور زیادہ ہوتی ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝۸۶ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝۸۷

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے (۸۵) (بالفرض) اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کرلیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے پھر ہمارے مقابلہ میں آپ کو کوئی حمایتی نہ مل سکے (۸۶) ماسوا آپ کے رب کی رحمت کے بے شک آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے (۸۷)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی طرف سے روح کے متعلق ایک سوال کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے، یہاں پر یہ بات غور طلب ہے کہ سوال کرنے والوں نے روح کا سوال کس معنیٰ کے لحاظ سے کیا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا یہ سوال قرآن ووحی لانے والے فرشتے جبریل کے متعلق ہے مطلب یہ ہوگا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ کون لاتا ہے؟ جواب میں اس پر اکتفاء کیا گیا اللہ کے حکم سے وحی آتی ہے مگر احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوال کرنے والوں نے روح حیوانی کا سوال کیا تھا ان کا مقصد روح کی حقیقت معلوم کرنا تھا کہ وہ چیز کیا ہے؟ بدن میں کس طرح آتی ہے جاتی کس طرح ہے؟ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک غیر آباد حصہ میں چل رہا تھا حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی کھجور کی شاخ کی تھی آپ کا گزر چند یہودیوں پر ہوا یہ لوگ آپس میں کہنے لگے، محمد (ﷺ) آ رہے ہیں، ان سے روح کے متعلق سوال کردو، دوسروں نے منع کیا ایسا نہ کرو، مگر انہوں نے سوال کر ہی ڈالا یہ بات سن کر حضور ﷺ لکڑی پر ٹیک لگا کر خاموش کھڑے ہو گئے مجھے محسوس ہو گیا کہ آپ پر وحی نازل ہونے والی ہے کچھ وقفہ بعد وحی نازل ہوئی تو آپ نے یہ آیہ پڑھ کر سنائی ''ویسئلونک عن الروح'' شان نزول کے متعلق ایک اور حدیث شریف منقول ہے، اس میں یہ بات زیادہ وضاحت سے آ گئی ہے کہ سوال کرنے والوں کا مقصد رسول اللہ ﷺ سے ان کی رسالت کا امتحان لینا تھا۔

شان نزول کے متعلق مندرجہ بالا دو حدیثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا اسی لئے مفسرین نے اس آیہ کو مدنی قرار دیا ہے اگرچہ سورۂ بنی اسرائیل کا اکثر حصہ مکی ہے، یہود کے جواب میں یہ فرمایا گیا ''کہہ دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے'' یعنی وہ عام مخلوق کی طرح نہیں جو

مادہ کے تصورات اور توالد و تناسل کے ذریعہ وجود میں آئی ہے بلکہ وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہونے والی شئی ہے۔

اس واقعہ کی مزید تفصیل اس طرح ملتی ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکہ کے قریش نے مشورہ کیا کہ محمد ہم میں پیدا ہوئے ہیں امانت دیانت سچائی میں کبھی کسی کو شک نہیں ہوا، اور کبھی ان کے متعلق جھوٹ بولنے کی تہمت میں کسی نے نہیں لگائی یہ جو نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ایسا کرو ایک وفد مدینہ منورہ کے علماء یہود کے پاس بھیج کر تحقیقات کرو، وفد پہنچا یہود نے اس وفد کو مشورہ دیا کہ ہم تمہیں تین چیزیں بتاتے ہیں ان کے متعلق سوال کرو اگر انہوں نے تینوں کا جواب دے دیا تو وہ نبی نہیں اگر تینوں میں سے کیا بھی جواب نہ دیا تو بھی نبی نہیں، اگر دو کا جواب دیا اور تیسرا کا جواب نہ دیا تو سمجھ لو وہ نبی ہے، وہ تین سوال یہ تھے: پہلا سوال تو یہ تھا کہ وہ کون لوگ تھے جو شرک سے بچنے کیلئے غار میں چھپ گئے تھے؟ کیونکہ ان کا واقعہ عجیب ہے، دوسرا سوال یہ ہے کہ اس شخص کا حال پوچھو جس نے زمین کے مشرق و مغرب کا سفر کیا، تیسرا سوال یہ تھا کہ روح کے بارہ میں پوچھو، یہ وفد مدینہ آیا اور تینوں سوال حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیئے، حضور ﷺ نے فرمایا کل بتاؤں گا مگر ان شاءاللہ نہ فرمایا، وحی نازل ہوئی کسی بات کا ذکر کریں کہ کل بتاؤں گا تو ان شاءاللہ کہا کریں۔

اس کے بعد روح کے متعلق یہ آیہ پاک نازل ہوئی، غار میں چھپنے والے اصحاب کہف تھے، روئے زمین کا سفر کرنے والا ذوالقرنین تھا۔ روح کے بارہ میں جس حقیقت کا سوال تھا اس کا جواب نہیں دیا گیا جس سے یہود کی بتلائی علامت نبوت کے سچا ہونے کی ظاہر ہوگئی۔ (مظہری)

اس واقعہ کو امام ترمذی نے یہاں مختصر ذکر کیا ہے بعض لوگوں نے کہا حضور ﷺ کو روح کا علم نہ تھا، علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری نے عمدۃ القاری جلد دوم میں اس نظریہ کا سخت رد کیا ہے، فرماتے ہین حضور ﷺ ساری کائنات کے سردار ہیں آپ کا منصب اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، پھر اس

پر قرآن مقدس کا حوالہ دیا۔"**علمک مالم تکن تعلم** "جس شی کا تجھے پتہ نہ تھا سکھا دیا، محبوب آپ کے رب کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں قرآن مقدس کی آیہ" **لا رطب و لا یابس** "سے واضح ہے قرآن مقدس میں ہر شی کا ذکر ہے اسی قرآن مقدس کے متعلق فرمایا گیا،" **الرحمن علم القرآن** "رحمان نے قرآن سکھایا ایسے دلائل کے ہوتے ہوئے کیسے کہا جائے گا کہ حضور ﷺ کو روح کا علم نہیں، روح کے ذکر کے بعد" **ولئن شئنا** "کے ارشاد سے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا کہ اگر چاہوں تو وحی کا علم جو ہم نے دیا وہ سلب کر لیں اور پھر اس سلسلہ میں آپ کیلئے کوئی وکیل نہ ہو مگر ساتھ ہی پیار و محبت کا ذکر فرمایا کہ تجھ پر تیرے رب کی عظیم رحمت ہے، عظیم فضل ہے، بڑا کرم ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں، سید الانبیاء ہیں، مقام محمود پر فائز ہیں ان گنت انعامات سے نوازے گئے ہیں (کمالات انعامات واپس لینے کا مسئلہ ہوگا ہی ہیں) اس لئے کہ" **وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ** "کے خلاف ہے کہ ہر پچھلا لمحہ تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں (۸۸) ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی (ہدایت) کیلئے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا ہر چیز کا انکار کر دیا ہے (۸۹)

تفسیر

''ولقد صرفنا'' کے ارشاد گرامی میں قرآن مقدس کا بے مثال لاجواب ہونا فرمایا گیا ہے، اگر انسان وجن اکٹھے بھی ہو جائیں اور ایک دوسرے کے مددگار رہوں تو بھی قرآن پاک کی مثال نہیں لا سکتے، اہل مکہ یہ کہتے تھے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں بلکہ حضور ﷺ نے خود بنالیا ہے، اُن کے اس قول کی تردید کیلئے فرمایا اگر یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے کہ تم اور جنات مل کر ایسا کلام بنالاؤ لیکن وہ عاجز رہ گئے، بنا نہ سکے پھر فرمایا چلو اس جیسی دس سورتیں بنالاؤ، اس سے بھی عاجز رہے پھر فرمایا چلو اس کی مثال ایک آیت ہی بنالاؤ اس سے بھی عاجز رہے پھر فرمایا چلو اس کی مثال ایک آیت ہی بنالاؤ اس سے بھی عاجز رہ گئے اس عجز اور ناکامی کے بعد بھی ایمان نہ لائے اور اپنی غلطی، ہٹ دھرمی کا اقرار نہ کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں توحید پر دلائل دیئے کفر وشرک کا رد کیا، نبوت پر اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر دلائل دیے منکرین کے شبہات کے جواب دیئے مگر وہ بدستور اپنی ضد پر اڑے رہے، معجزات دکھائے گئے مگر کوئی اثر نہ ہوا کفر اور سرکشی میں بڑھتے ہی گئے انسانوں اور جنوں کا اکٹھے ہو کر بھی قرآن مجید کا مقابلہ نہ کر سکنا کئی آیات مبارکہ میں آیا ہے۔ اس مقام پر اعادہ ممکن ہے یہ بتانے کیلئے ہو کہ تم رسول اللہ ﷺ سے مختلف سوالات کر کے ان کی رسالت ونبوت کی آزمائش کرتے ہو۔ فضول بحثوں میں پڑے ہو، خود قرآن مقدس کو دیکھ لو تو آپ کی نبوت ورسالت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی ۔ جب ساری دنیا کے جن وانس اس کی مثال نہیں لا سکتے تو اس کی سچائی حقانیت واضح ہو گئی تو آپ کی نبوت ورسالت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اور یہ چیلنج آج بھی ہے قیامت تک رہے گا کسی ماں کے لعل کی ہمت نہیں کہ وہ اس کو قبول کر سکے۔ ''ولقد صرفنا'' کے ارشاد نے واضح کر دیا ہے کہ قرآن مقدس کا معجزہ کھلا ہے مگر لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا
مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ
جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ
خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا
زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ
وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ
مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ
لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا
رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

صدق اللہ العظیم

اور انہوں نے کہا ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں (۹۰) یا آپ کیلئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر آپ ان کے درمیان سے بہتے ہوئے دریا جاری کر دیں (۹۱) یا جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں (۹۲) یا آپ کیلئے سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ آپ ہم پر کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں، آپ کہئے میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے (۹۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی طرف سے معجزات کے مطالبات کا ذکر ہے اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تجھے رسول مان لیں تو پھر ہمارا شہر تنگ ہے، رب سے کہو پہاڑوں کو ہٹا دے کہ ہم اچھی طرح معیشت کر سکیں۔ ہمارے لئے دریا بنا دیں جیسے شام کا علاقہ سرسبز ہے یہ بھی ہو جائے کہ ہمارے باپ دادے جو مر چکے ہیں ان میں سے کسی کو زندہ کر کے بھیج دے، اس سے ہم پوچھ لیں گے تو سچا ہے یا نہیں اگر اس نے تمہاری تصدیق کر دی تو ہم مان لیں گے

اللہ کے ہاں تمہارا کیا مقام ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے دین کا پیغام لایا ہوں اور وہ میں نے پہنچا دیا ہے اگر تم نے قبول کر لیا تو تمہاری آخرت بہتر ہے اگر تم نے مسترد کر دیا تو اللہ کی تقدیر پر صبر کروں گا۔ حتیٰ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کا حکم آجائے انہوں نے کہا اپنے رب سے کہو تمہارے لئے باغات، محلات بنا دے سونے چاندی کے خزانے دیدے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ایسا سوال نہیں کروں گا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے مان لو گے تو آخرت بہتر ہو جائے گی، ورنہ سزا پاؤ گے ان کے سفارشی معجزات نہ دکھانے میں حکمت تھی مگر یہ نہیں مانتے تو پہلی قوموں کی طرح برباد ہو جائیں گے۔

انہیں یہ معجزات اس لئے نہیں دکھائے جائیں گے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ یہ حق طلبی کیلئے ایسا نہیں کر رہے بلکہ محض ضد ہے، ہٹ دھرمی ہے اگر یہ دکھا بھی دیے گئے تو ایمان نہیں لائیں گے یا اس لئے نہیں دکھائے گئے کہ دیکھ لینے کے بعد ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں برباد کر دیا جائے گا اور حضور ﷺ کے ہوتے ہوئے ان کی بربادی اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھی، قرآن مقدس نے فرمایا "**وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم**" اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل رما دے۔ یا اس لئے کہ یہ مطالبات پورے نہیں کئے گئے کہ یقین واطمینان کیلئے جتنے معجزات کی ضرورت تھی دکھا دیے گئے اب مزید ضرورت نہ تھی۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا محبوب! آپ کہہ دیجئے میرا رب ہر عیب سے پاک ہے "میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا"

وصلّى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيّدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ
الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا
رَسُولًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ
يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ
السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا
بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا
بَصِيرًا ﴿٩٦﴾ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ
وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ
دُونِهِ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ
عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ كُلَّمَا
خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ﴿٩٧﴾

اور لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز رکاوٹ بنی کہ جب بھی ان کے پاس ہدایت آئی توانہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے (۹۴) آپ کہئے اگر زمین پر فرشتے بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی رسول بنا کر نازل کرتے (۸۵) آپ کہئے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے بے شک وہ اپنے بندوں کی بہت خبر رکھنے والا ہے اور ان کو خوب دیکھنے والا ہے (۹۶)

صدق اللہ العظیم

(۹۷)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کے بے تکے مطالبات فرمائش معجزات کا ذکر تھا حضور ﷺ کی طرف سے نہایت حکمت بھرا جواب تھا کہ میرا رب پاک ہے، میں تو صرف آدمی ہوں جس کو رسول بنایا گیا ہے۔اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا انہیں ایمان لانے میں یہ چیز مانع ہوئی جب بھی ان کے پاس ہدایت آتی انہوں نے کہا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ کہئے اگر زمین پر فرشتے چلتے بستے تو ہم ان کیلئے آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر نازل کرتے۔

کفار کا نظریہ تھا، آدمی اللہ کا رسول نہیں ہوسکتا کہ وہ تو ہماری طرح چلتا ہے کھاتا پیتا ہے پھر اس کو ہم پر فوقیت کیسے ہوسکتی ہے؟ ان کے اس نظریہ کا جواب اس آیہ ''مامنع الناس'' سے دیا گیا ہے کہ اللہ کا رسول جن کی طرف بھیجا جائے وہ انہیں کی جنس میں سے ہونا ضروری ہے، یہ آدمی ہیں تو رسول بھی آدمی ہونا چاہئے کہ غیر جنس کے ساتھ باہمی مناسبت نہیں ہوتی اور بلا مناسبت کے رشد و ہدایت کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اگر آدمیوں کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیں جو نہ بھوک کو جانتا ہے نہ پیاس کو نہ سردی گرمی کے احساس کو نہ کبھی محنت سے تکان لاحق تو وہ انسانوں سے بھی ایسے ہی عمل کی توقع رکھتا، ان کی کمزوری مجبوری کا احساس نہ رکتا اسی طرح انسان جب یہ سمجھتے کہ یہ تو فرشتہ ہے، ہم اس کے کاموں کی نقل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تو اس کی اتباع کیا کریں گے۔ یہ رشد و ہدایت کا فائدہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول ہو تو آدمی جو تمام انسانی جذبات کا خود حامل ہو۔ مگر ساتھ ہی اس کو ایک شان ملکیت بھی حاصل ہو کہ عام انسانوں اور فرشتوں کے درمیان رابطہ کا کام کر سکے وہی لانے والے فرشتوں سے وحی حاصل کرے اور انسانوں کو لے جائے۔

آخر میں فرمایا گیا کفار کا یہ مطالبہ کہ رسول فرشتہ ہو، نامعقول ہے ہاں اگر زمین پر فرشتے چلتے بستے ہوتے اور ان کی طرف رسول بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو فرشتہ ہی کو رسول بنایا جاتا۔ محبوب انہیں کہہ دیجئے میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے۔ وہی بندوں کی بہت خبر رکھنے والا ہے، فرمایا گیا جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت والا ہے اور جسے گمراہ کردے تو ان کیلئے آپ اللہ کے بغیر کسی کو مددگار نہیں پائیں گے اور قیامت کے دن ہم انہیں اس طرح اٹھائیں گے کہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا جب جہنم کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اور بھڑکا دیں گے کفار کے اندھے بہرے اور گونگے ہونے میں وعید ہے مگر وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اندھے ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھیں گے جس سے ان کو خوشی اور بہرنے ہونے کا معنیٰ ہے کوئی

ایسی چیز نہیں سنیں گے جس سے انہیں خوشی ہو، گونگے ہونے کا معنیٰ ہے کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس سے انہیں خوشی ہو، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کا جمال دیکھنے سے اندھے ہوں گے اس کا کلام سننے سے بہرے ہوں گے اس کے ساتھ کلام کرنے سے گونگے ہوں گے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾

صدق اللہ العظیم

ان کی سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا اور کہا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے (۹۸) کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے ہی تو تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کی ہے ان کی مثل دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور اس نے ان کی ایک مدت پیدا کر دی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے ظالموں نے کفر کے سوا ہر چیز کا انکار کیا (۹۹) آپ کہیے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے رکھتے اور انسان ہے ہی بخیل (۱۰۰)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں منکرین نبوت کے شبہات کے جواب دئے گئے تھے اس آیہ مبارکہ میں حشر نشر کے منکرین کے شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔ کفار کہتے تھے کہ مرنے کے بعد جب ہم مٹی ہو جائیں گے

ہڈیاں بوسیدہ ہوکر گل سڑ جائیں گی اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گی تو قدرت کی طرف سے جواب دیا گیا جوتمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور عدم سے وجود میں لا چکا ہے اس کیلئے دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے۔

آخری آیہ مبارکہ میں فرمایا آپ کہئے اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ کے ڈر سے ان کو روکے رکھتے۔ دراصل انسان ہے ہی بخیل۔ اس آیہ مبارکہ میں حرص کی مذمت کی گئی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے ایک حدیث بیان کی ہے جسے بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے ارشاد نبوی اس طرح ہے اگر ابن آدم کیلئے مال کی دو وادیاں ہوتیں تو وہ تیسری کو تلاش کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرے اللہ اس کی توبہ کو قبول فرمائے گا بخل کی مذمت میں حضور ﷺ کے کئی ارشادات ملتے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کہ ظلم قیامت کے اندھیرے میں ہے۔

بخل سے بچو کہ پچھلی اُمتوں کو بخل نے ہلاک کر دیا تھا اس بخل نے انہیں خون ریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر اُبھارا تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا انساں میں جو چیز شر ہے وہ حرص والا بخل ہے اور ہلاک کرنے والی بزدلی۔ ایک اور حدیث شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا بخل جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

امام ترمذی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ سے ایک روایت اس طرح ذکر کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا سخی اللہ کے قریب ہے جنت کے قریب ہے لوگوں کے قریب ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے دوزخ کے قریب ہے، اللہ کو جاہل، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ میرے پاس صرف وہی چیزیں ہیں جو مجھے حضرت زبیر نے دیں کیا ان میں سے کچھ دوں، فرمایا تم اپنی ہتھیلی کا منہ باندھ کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی اپنے خزانے کا منہ بند کرے گا اور تم گن گن نہ دو ورنہ اللہ بھی تمہیں گن گن کر دے گا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو (۹) واضح احکام دیے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھیے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ میں تم جو جادو کا ہوا گمان کرتا ہوں (۱۰۱) موسیٰ نے کہا تم خوب جانتے ہو کہ ان (معجزات) کو اس نے نازل کیا ہے جو تمام آسمانوں زمینوں کا رب ہے (یہ معجزے) بصیرت افروز ہیں اور اے فرعون میں تجھے ہلاک کیا ہوا گمان کرتا ہوں (۱۰۲) پس فرعون نے بنو اسرائیل کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ کیا سو ہم نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ایک ساتھ غرق کر دیا (۱۰۳) اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تم اس سرزمن میں رہو پھر جب آخرت کا وقت پورا ہوگا ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے (۱۰۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) آیات بینات عطا فرمانے کا ذکر ہے اس عنوان سے کفار مکہ کے فرمائشی معجزات کے مطالبہ کا جواب دینا مقصود ہے کہ ہم نے تمہارے مطالبہ کے معجزات سے زیادہ اہم معجزات موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے جس سے واضح ہے قوی معجزات کا نازل کرنا ہماری قدرت سے باہر

نہیں۔آیت کا لفظ معجزہ کے معنی میں بھی آتا ہے اور احکام الٰہیہ کے معنی میں بھی اس جگہ دونوں معانی کا احتمال ہے اسی باعث مفسرین کی ایک جماعت نے یہاں آیات سے مراد معجزات لئے ہیں۔سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان نو معجزات کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔۱۔عصاء موسیٰ جو اژدھا بن گیا تھا ۲۔ید بیضاء جو گریباں یں ڈال کر لکالنے سے چمکنے لگتا تھا ۳۔زبان میں لکنت تھی جو دور کر دی گئی ۴۔بنی اسرائیل کے دریا کو پھاڑ کر راستہ دے دیا گیا ۵۔ٹڈی دل کا عذاب بھیج دیا گیا ۶۔طوفان بھیج دیا گیا ۷۔بدن کے کپڑوں میں آجاتے ۸۔خون کا عذاب

ایک اور حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے یہاں آیات سے مراد احکام الٰہیہ ہیں،اس حدیث پاک کو صفوان بن عسال نے روایت کیا ہے ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا مجھے اس نبی کے پاس لے چلو،ساتھی نے کہا نبی نہ کہواُسے خوشی کا موقع ملے گا پھر یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا موسیٰ علیہ السلام کو جو آیات بینات دی گئیں وہ کیا ہیں،آپ نے فرمایا وہ احکام الٰہیہ ہیں، اور وہ یہ ہیں (۱)اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ (۲)چوری نہ کرو (۳)زنا نہ کرو (۴)ناحق قتل نہ کرو (۵)کسی پر جھوٹا الزام لگا کر قتل کیلئے پیش نہ کرو (۶)جادو نہ کرو (۷)سود نہ کھاؤ (۸)پاکدامن عورت پر بدکاری کا بہتان نہ باندھو (۹)میدان جہاد سے جان بچا کر نہ بھاگو۔اور اے یہود تمہارے لئے خاص حکم یہ ہے کہ ہفتہ کے دن نافرمانی سے بچو۔

رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو سن کر دونوں یہودیوں نے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا آپ اللہ کے نبی ہیں آپ نے فرمایا پھر تمہیں میری اتباع کرنے سے کیا شئ روکتی ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں خطرہ ہے اگر ہم آپ کی اتباع کرنے لگے تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔آیہ مبارکہ میں فرمایا فرعون کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں تجھے جادو کیا گیا تصور کرتا ہوں کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے اس لئے تو ایسی باتیں کرتا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تجھے پتہ ہے یہ معجزات زمین وآسمان کے رب نے نازل کئے ہیں اور میں تجھے

ہلاک کئے جانے والا جانتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بتا دیا تھا کہ فرعون برباد ہوگا چنانچہ ایسا ہوا فرعون اور اس کے ساتھی غرق ہوئے پھر ہم نے بنی اسرائیل سے کہا اس زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہوگا ہم تم سب کو سمیٹ لائیں گے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ
اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۘ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ
عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾
قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ
لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ
اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ
لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۩﴿۱۰۹﴾

اور ہم نے قرآن کو صرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے اور ہم نے آپ کو صرف بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (۱۰۵) اور قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا تاکہ آپ اُسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اُسے بہ تدریج نازل کیا ہے (۱۰۶) آپ کہیئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان پر جب اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہیں (۱۰۷) اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے (۱۰۹) اور اگر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل گریہ زاری کرتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے خشوع وخضوع کو بڑھا دیتا ہے (۱۰۹)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں قرآن مقدس کے بارہ میں ارشاد تھا اگر جن وانسان سبھی اکٹھے ہوکر بھی کوشش کریں کہ قرآن کا جواب لاسکیں تو ہرگز ایسا نہیں کرسکیں گے جس سے پتہ چلتا ہے قرآن مقدس معجزہ ہے اور اس معجزہ کے ہوتے ہوئے کفار کے فرمائشی معجزوں کی ضرورت ہی نہیں قرآن پاک کی مزید حقانیت واضح فرمائی جارہی ہے کہ ہم نے قرآن کو صرف حق کے ساتھ نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا ہے۔قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنے کی حکمت واضح ہے حق ہمیشہ رہتا ہے، باطل مٹ جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا گیا یہ کتاب ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اس میں تبدل وتغیر تحریف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔باقی آسمانی کتب کی حفاظت کا ذمہ لینا نہیں ملتا، صرف یہی کتاب (قرآن مقدس) ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خدائے قدوس نے لیا ہوا ہے، کفار ومشرکین کے بے معنیٰ مطالبات کے جواب کیلئے فرمایا گیا محبوب! یہ لوگ اللہ کی مخالفت کرتے رہیں دشمن بنے رہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔آپ کہہ دیں میں تو صرف خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔

کفار کے اعتراضات میں ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ قرآن سارے کا سارا یکبارگی نازل کیوں نہیں ہوا جیسے توراۃ، انجیل، زبور نازل ہوئیں۔اس آیہ کریمہ میں اس کا جواب دیا گیا۔تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یاد کرنا آسان ہوجائے یہ حکمت بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول پاک ﷺ پر وحی دیر تک اُترتی رہے۔یہ بھی واضح رہے کہ رسول پاک کا اپنے رب سے راز ونیاز کا رابطہ دیر تک جاری رہے یہ بات بھی ہے کہ قرآن مقدس مختلف مقامات پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوا، قدرت کو منظور تھا کہ مختلف مقامات کو رشک طور بنا دیا جائے۔

عظمت قرآن حکیم کو اس طرح واضح کیا گیا کہ اس کی تلاوت کرتے ہوئے لوگ سربسجود ہوکر عجز ونیاز کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے بے شک اس کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ان کی زبانوں

سے اللہ کی حمد وثناء کے کلمات بے ساختہ نکلتے ہیں اور داد تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کتاب کے نزول کا وعدہ پہلی آسمانی کتابوں میں فرمایا تھا وہ پورا ہوگیا، وہ عجز وانکساری سے سر بسجود ہوجاتے ہیں اور یہ قرآن مقدس ان کے خشوع کو بڑھا دیتا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے اللہ کہہ پکارو یا رحمان کہہ پکارو جس نام سے اُسے پکارو اس کے سارے نام ہی اچھے ہیں نہ تو بلند آواز سے نماز پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو ان دونوں کے درمیان معتدل راستہ تلاش کرو (۱۱۰) اور آپ کہئے سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور اسکا کوئی شریک نہیں حکمرانی میں اور اس کا دوماندگی میں کوئی مددگار نہیں، بڑے درجہ کی اس کی بڑائی بیان کرو (۱۱۱)

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: ایک رات حضور ﷺ بارگاہ قدس میں محو عبادت تھے اور زبان پر یا اللہ، یا رحمان کے اسماء گرامی جاری تھی، ابوجہل نے سنا تو کہنے لگا ہمیں تو دو خداؤں سے روکتے ہیں اور خود دو خداؤں کو پکار رہے ہیں اس کے اعتراض کے جواب میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ اللہ اور رحمان دو الگ الگ ذاتوں کے نام نہیں بلکہ ایک ہی ذات کے نام ہیں۔ اللہ اسم ذاتی ہے اور الرحمان اسم صفاتی ہے اللہ

کہہ کر پکارو یا الرحمان، یہ سبھی اسی کے نام ہیں جو سبھی کے سبھی حسنیٰ ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے شان نزول میں ایک روایت اور بھی ملتی ہے میمون بن مہران کہتے ہیں حضور ﷺ وحی کے ابتدائی دنوں میں لکھتے تھے "باسمک اللھم" حتی کہ یہ آیہ نازل ہوئی "وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اس کے بعد آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کردیا۔ مشرکین نے کہا رحیم کو تو ہم پہچانتے ہیں رحمان کیا شئ ہے؟ تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ آیہ مبارکہ کے دوسرے حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ نماز میں بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں اور نہ ہی بہت آہستہ آواز سے۔ دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کریں۔

اس آیہ کریمہ کے نزول کا سبب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ملتا ہے، حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین آپ کو بُرا کہتے پھر آپ نے آہستہ پڑھنا شروع کردیا حتی کہ صحابہ کرام کو سنائی بھی نہ دیتا تھا تو یہ آیہ پاک اُتری۔ اسی ضمن میں محمد بن سیرین سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آہستہ آواز سے قرأت کرتے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بلند آواز سے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں رب سے مناجات کرتا ہوں اس کو میری حاجت کا علم ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں، سوئے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا آواز ذرا اونچی کریں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا آواز آہستہ کریں۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ذکر ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے۔ اولاد نہ ہونے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بیٹا باپ کا جزء ہوتا ہے اللہ جزء سے پاک ہے اس لئے اس کی اولاد کا ہونا محال ہے، بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی قدیم ہتا اور قدیم کئی نہیں ہوسکتے پھر بیٹا باپ کے بعد ہوتا ہے اور بعد میں ہونے والا قدیم نہیں ہوسکتا۔ آخری حصہ میں فرمایا گیا اللہ کا کوئی شریک نہیں اور وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ کی اولاد نہیں اس کا کوئی شریک نہیں تو پتہ چلا

تمام کائنات کو جس قدر انعامات ملے وہ سب اللہ ہی سے ملے تو اب تمام تعریفوں کا مستحق بھی وہی ہے، بڑائی کے لائق بھی وہی ہے اس کی بڑائی یہ بھی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے یہ بھی ہے کہ عبادات کا مستحق بھی ہے یہ بھی ہے کہ ہر نقص سے پاک ہے یہ بھی ہے کہ اس کے علم وفضل کی کوئی حد نہیں، یہ بھی ہے کہ حکم کرنا یا روکنا سبھی اس کے قبضہ میں ہے یہ بھی ہے کہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے، اس کی عظمتوں اور بڑائیوں کی کوئی حد نہیں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

سورۂ کہف

یہ سورۂ پاک مکی ہے اس کی ایک سودس آیات ہیں اور بارہ رکوع ہیں اس سورۂ شریف میں تین بڑے اہم واقعات کا ذکر ہے(۱)اصحاب کہف کا (۲) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا (۳)ذوالقرنین کا۔اس سورۂ پاک کے فضائل میں دیلمی کی روایت اس طرح ملتی ہے جسے روح المعانی نے نقل کیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ، حضورﷺ نے فرمایا سورۂ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے۔اس روایت سے سورہ کی عظمت ،شان ظاہر ہوتی ہے اس کے فضائل میں ایک اور حدیث شریف ہے جسے حضرت ابوالدرداء روایت کرتے ہیں۔فرماتے ہیں جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں یاد کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اس حدیث شریف کو ترمذی اور نسائی نے بیان کیا ہے اسی ضمن میں حضرت سہیل ابن معاذ سے یہ روایت منقول ہے حضورﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ کہف کی پہلی اور آخرت آیات پڑھ لے اس کیلئے اس کے قدم سے سر تک نور ہوجاتا ہے جو ساری سورۃ پڑھ لے اس کیلئے زمین سے آسمان تک نور ہوجاتا ہے۔

حافظ ضیاء مقدسی نے اپنی کتاب مختارہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے حضورﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لے وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔فضائل کی یہ ساری روایات ابن کثیر میں بھی درج ہیں،اس سورۂ پاک کے اُترنے کا سبب یہ بنا، کفار نے یہودی علماء سے پوچھا کہ وہ حضورﷺ کے بارہ میں کیا کہتے ہیں یہود نے کہا ان سے تین سوال کرو اگر وہ جواب صحیح دے دیں تو نبی ہیں ورنہ نہیں،ایک سوال یہ تھا وہ کون تھے جو اپنے شہر سے نکل کر باہر چلے گئے تھے، دوسرا سوال یہ تھا کہ مشرق و مغرب کا سفر کرنے والا کون تھا؟ تیسرا تھا روح کیا ہے؟۔ حضور ﷺ سے یہ سوالات کئے گئے آپ نے فرمایا جواب کل دوں گا، وحی آنے میں دیر ہوگئی لوگوں نے استہزاء

کیا تو جبریل امین علیہ السلام یہ سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے۔

اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جوابات ہیں روح کے سوال کا جواب سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ان آیات کا اسلوب بنی اسرائیل کی آیتوں کے موافق تھا، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق جو آیات تھیں ان کا اسلوب سورۂ کہف کے اسلوب کے مطابق تھا اس لئے سورۂ کہف میں بیان کر دیا گیا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

سُورَةُ الْكَهْفِ ۱۸ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱۰ رُكُوْعَاتُهَا ۱۲

اللہ کے نام سے جو نہایت رحم فرمانے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ
الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۟ؕ ① قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ
بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا
حَسَنًا ② مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ③ وَّيُنْذِرَ
الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۟ۗ ④ مَا لَهُمْ بِهٖ
مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً
تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ⑤

صدق اللّٰہ العظیم

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے اپنے بندۂ خاص پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں رکھی (۱) مستقیم کتاب تا کہ وہ (رسول مکرم) اللہ کی طرف سے عذاب شدید سے ڈرائیں اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کو یہ خوشخبری دیں کہ ان کیلئے بہترین اجر ہے (۲) جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں (۳) اور وہ ان لوگوں کو ڈرایں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد بنالی ہے (۴) (حالانکہ) نہ ان کے پاس اس کا کوئی علم ہے (۵)

تفسیر

سورۂ بنی اسرائیل کے آخری الفاظ مبارکہ ''وکبرہ تکبیرا'' میں بھی رب العزۃ جل مجدہ کی عظمت بڑائی، کبریائی کا ذکر ہے اوراس سورۂ پاک کے آغاز میں بھی اسی خالق و مالک کی حمد کا ذکر ہے۔سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز لفظ ''سبحان'' سے فرمایا گیااس سورۃ کا آغاز لفظ ''الحمد للہ'' سے فرمایا گیا، پھراس کے بعد اپنے محبوب کریم ﷺ پر کتاب اتارنے کا ذکرفرمایا گیا ہے۔سورۂ بنی اسرائیل میں حضور ﷺ کے معراج پاک کا ذکر تھااس سورۂ پاک میں آپ پر قرآن حکیم اتارنے کا ذکر ہےاورفرمایا گیااس کتاب میں کسی قسم کی کجی، نقص، عیب نہیں نہ اس کی آیات مبارکہ میں کسی قسم کا تضاد ہے۔اس کتاب مقدس نے جس قدر بھی احکام بیان کئے وہ سچے ہیں، اٹل ہیں۔یہ کتاب مستقیم ہے کہ اس کے ذریعہ ثواب کی خوشخبری سنائیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں فرمایا گیامحبوب ان لوگوں کوڈرائیں جنہوں نے اللہ کیلئے اولاد بنالی ہے حالانکہ نہ ان کے پاس اس کا کوئی علم ہے نہ اُن کے باپ دادا کے پاس تھا یہ بڑی سنگین بات ہے جوان کے مونہوں سے نکل رہی ہے جو کچھ کہہ رہے ہیں جھوٹ ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا عقیدہ رکنے والے کئی گروہ تھے کچھ کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، عیسائیوں کا ایک گروہ کہتا تھا عیسیٰ علیہالسلام اللہ کے بیٹے ہیں ایک گروہ یہود کا تھا جوعزیز علیہ السلام کوخدا کا بیٹا مانتے تھے۔شرک کی یہ مختلف صورتیں تھیں جنہیں عقل سلیم نے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا، ان صورتوں کا تعلق عقل سے قطعی نہیں یہ محض جہالت ہی جہالت ہےاوراپنے باپ دادا کی اندھی تقلید ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴿٦﴾ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ﴿٨﴾

صدق اللہ العظیم

اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائے تو کیا آپ فرط غم سے ان کے پیچھے جان دیدیں گے (٦) زمین پر جو کچھ ہم نے اس کو زمین کی زینت بنادیا ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے عمل صالح کے لحاظ سے کون اچھا ہے (٧) اور بے شک جو کچھ زمین پر ہے ہم اس کو ضرور چٹیل میدان بنانے والے ہیں (٨)

تفسیر

کفار ومشرکین کی سرکشی کبروغرور اور احمقانہ نظریات کے ذکر کے بعد حضورﷺ ی اپنی خدمات اسلام کیلئے کوشش، بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنے رب کے قریب کرنے کا حسین ذکر اسطرح فرمایا جارہا ہے کہ محبوب! آپ جوانہیں بار بار جا جا کر وعظ فرماتے ہیں حق کے قریب کرتے ہیں وہ اپنی سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان کوافسوس کرتے تلف کردیں گے۔

اس عنوان کوقرآن مقدس نے کی ایک مقامات پرذکر فرمایا ہے، سورۃ الغاشیہ میں اس طرح ارشاد ہے ''لست علیہم بمصیطر'' آپ ان کو جبراً مومن بنانے والے نہیں۔ سورۃ الانعام میں اس طرح ارشاد ہے ''وما انت علیہم بوکیل'' کہ محبوب! آپ ان کے ذمہ دارنہیں۔

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں پتہ چلتا ہے حضورﷺ نے کس قدر محنت، ہمت اور والہانہ انداز سے لوگوں کو اپنے رب کے قریب کرنے کی کوشش کی ہیں دشمنوں کی مخالفت میں بھی اس نظام کوترک نہیں کیا، گالی گلوچ کے جواب میں دعا بھی ہے اور کوششیں بھی ترک نہیں کیں۔ مشرکین وکفار کوسرکشی سے روکنے کیلئے اور بھٹکے ہوئے مسلمانوں کوسیدھی راہ پرلانے کیلئے فرمایا جارہا ہے تم جوخدا سے دور ہورہے ہو، وہ اس

لئے کہ مال و دولت دنیا کی چہل پہل زمین کی زیب و زینت تمہارے آڑے آ رہی ہے۔ زمین کی زینت تو ایک امتحان ہے کہ انسان ان انعامات میں رہ کر یہ انعام دینے والے کا شکر ادا کرتے ہیں یا سرکشی میں بڑھتے ہیں یہ ہمارا کرم ہے کہ ان لوگوں کی سرکشی کے باوجود ہم نے اپنے انعامات کو بند نہیں کیا۔ حضور ﷺ سے ارشاد ہے۔ محبوب! آپ ان کے ایمان نہ لانے پر پریشان نہ ہوں حق کی دعوت دیتے ہیں اپنا مشن جاری رکیں دنیا کی زیب و زینت محض عارضی ہے ایک دن آئے گا ہم اسے چٹیل میدان میں بدل دیں گے ، دنیا کے اس حسن و جمال کی ہیشگی نہیں، محض عارضی ہے تو پھر اس فانی شئ کے پیچھے چل کر اپنے حقیقی مالک و خالق سے دوری کیوں ہو۔

اس آیہ مبارکہ میں واضح ہے، اللہ چاہتا ہے کہ لوگ دنیا کے لہو و لعب کھیل کود سے بچیں کہ یہ زینت تو چند روز ہے بالآخر یہ فنا ہو گی ہمیشہ رہنے والی ذات تو اللہ کی ہے، اس سے لو لگاؤ اسی کی اطاعت کرو اسی سے محبت کرو۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩ اِذۡ اَوَى الۡفِتۡيَةُ اِلَى الۡكَهۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ۝١٠ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمۡ فِى الۡكَهۡفِ سِنِيۡنَ عَدَدًا ۝١١ ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ اَىُّ الۡحِزۡبَيۡنِ اَحۡصٰى لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ۝١٢

صدق اللہ العظیم

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے (۹) جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو انہوں نے دعا کی اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے مشن میں کامیابی کے اسباب مہیا فرما (۱۰) پھر ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سالوں تک نیند مسلط کر دی (۱۱) پھر ہم نے ان

کو اٹھایا تا کہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں
ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس
نے زیادہ یاد رکھتا (۱۲)

تفسیر

اصحاب کہف بادشاہ کی اولاد تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے، قوم بت پرست تھی ایک دن قوم کسی مذہبی تقریب کیلئے باہر گئی جہاں ان کا سالانہ اجتماع تھا وہاں جا کر بت پرستی میں لگ گئی۔ اس دور کا بادشاہ دقیانوس ظالم تھا، قوم کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا یہ اصحاب کہف نوجوان بھی وہاں پہنچے قوم کی بت پرستی دیکھ کر پریشان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کو عقل سلیم عطا کی اور انہیں قوم کی بت پرستی سے نفرت ہوئی یہ بات ان کو سمجھ میں آ گئی کہ عبادت تو صرف ایک اللہ ہی کی ہونی چاہئے، ان نوجوانوں سے قوم کی اس احمقانہ حرکت سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا پہلے ایک نوجوان مجمع سے نکل کر دور جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا پھر دوسرا شخص اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اسی طرح تیسرا چوتھا درخت کے نیچے بیٹھ گیا، یہ نوجوان ایک دوسرے سے واقف نہ تھے ہر شخص دوسرے سے اپنے عقیدے کو چھپا رہا تھا کہ کہیں بادشاہ کو پتہ نہ چل جائے اُن میں سے ایک نے کہا کہ ہم قوم سے الگ ہو کر آئے ہیں اس کا کوئی سبب تو ضرور ہے ایک شخص نے کہا، بات تو واضح ہے کہ ہم قوم کی بت پرستی سے نالاں ہو کر آئے ہیں، عبادت تو صرف اللہ کی ہے اس ایک کی جرأت پر باقی بھی بول اُٹھے کہ یہی عقیدہ ہے جو ہمیں یہاں لے آیا اور قوم سے کٹ گئے۔

ان نوجوانوں نے اکٹھے ہو کر ایک عبادت گاہ بنائی جس میں جمع ہو کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے لگے۔ آہستہ آہستہ یہ بات ظالم دقیانوس تک پہنچ گئی اس نے سب کو بلایا اور ان کے عقیدے کے بارہ میں سوال کیا ان نوجوانوں نے حق گوئی سے کام لیا اور بات کھری کھری کہہ دی بلکہ ظالم بادشاہ کو بھی حق کی دعوت دی تو بادشاہ نے انکار کر دیا اور اُنہیں ڈرایا اور ان کا شاہی لباس اُتروا دیا اور کہا تم ایک مرتبہ اور غور

کرلو، میں تمہیں قتل نہیں کرواتا مہلت دیتا ہوں کہ مزید سوچ لو، اگر تم اپنی قوم کے دین پر آجاتے ہو تو بچ جاؤ گے ورنہ قتل کردئے جاؤ گے، ان پر اللہ کا کرم ہوا اُس نے ہمت دی یہ لوگ مہلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بھاگ نکلے اور غار میں پناہ لے لی۔

اصحاب کہف کے اس واقعہ کو بہت سے مفسرین نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے بہت سی روایات نقل کی ہیں چونکہ نور القرآن لکھتے وقت میں نے اسے مختصر آسان اور جلد سمجھ میں آنے کے انداز کا فیصلہ کیا تھا اس لئے ابن کثیر کی روایات سے مختصر مضمون لیا ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصحاب کہف کے ان حالات کی خبر دی ہے کہ ہم ان کو سمجھیں اور تدبر کریں اس کی خبر نہیں دی کہ یہ کہف کس زمانے میں ہے کس شہر میں ہے کہ اس میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی کوئی شرعی مقصد اس سے وابستہ ہے۔ (ابن کثیر، صہ ۵۷ ج ۳)

اصحاب کہف کی دعا کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تو اپنی رحمت کے خزانوں سے اور اپنے فضل کی نعمتوں میں سے ہمیں وافر حصہ عطا فرما، ہمیں اپنی طرف ہدایت پر مستقیم رکھ، دشمنوں سے بچا، مشکلات پر صبر دے اور ہم کو رزق وافر عطا فرمایا، ایسے اسباب عطا فرما کہ ہدایت پر قائم رہنا آسان ہوجائے۔ اصحاب کہف کی دعا قبول ہوئی ، رب قدوس نے فرمایا ہم نے اس غار میں اُن کے کانوں پر گنتی کے سالوں تک نیند مسلط کردی انہیں سلا دیا اس ارشاد گرامی سے نینداور کانوں کا تعلق بھی واضح ہورہا ہے اس کے بعد فرمایا پھر ہم نے ان کو اُٹھایا تاکہ ہم یہ ظاہر کریں کہ ان کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کو دو جماعتوں میں سے کس نے زیادہ یاد رکھا۔

مفسرین نے حزبین یعنی دونوں گروہوں کے بارہ میں کئی قول نقل کئے ہیں، ایک یہ کہ اصحاب کہف آپس میں دو گروہ بن گئے تھے کہ کتنی دیر ٹھہرے ایک قول یہ ہے کہ شاہی تاریخ دان اور اصحاب کہف دو گروہ ہوگئے تھے تیسرا قول یہ ہے بستی والوں کے دو گروہ ہوگئے تھے کہ اصحاب کہف کتنی دیر ٹھہرے ہیں، ان میں پہلا قول ہی زیادہ اہم ہے کہ اصحاب کہف میں دو گروہ ہوگئے تھے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

صدق اللہ العظیم

ہم ان کا واقعہ آپ کو حق کے ساتھ بیان فرماتے ہیں بے شک یہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کو مزید ہدایت سے نوازا (۱۳) اور ہم نے اُن کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب وہ (بادشاہ کے سامنے) کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا ہمارا رب آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے (ورنہ) اس وقت ہماری بات حق سے بہت دور ہوگی (۱۴) یہ ہماری قوم ہے جس نے اس کے سوا عبادت کے مستحق بنا لئے ہیں یہ اُن کے مستحق عبادت ہونے پر واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، سو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا افتراء باندھے (۱۵)

تفسیر

اس آیہ مقدسہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب! اصحاب کہف کے بارہ میں ہم آپ پر صحیح صحیح خبر بیان کرتے ہیں یہ ایماندار نوجوانوں کی جماعت تھی جس کے دلوں پر ہم نے مضبوطی کی ڈھارس باندھی اور اس خداداد جرأت اور بھروسے کے ذریعہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق گئی کا مظاہرہ کیا جب بادشاہ وقت نے انہیں پکڑوا کر دربار میں بلوایا اور بت پرستی کا حکم سنایا تو ان نوجوانوں نے کمال بہادری اور حوصلہ سے جواب

دیا یہ بڑا عجیب وقت تھا، ظالم بادشاہ کے جلاد قتل کیلئے تیار تھے، ننگی تلواریں چمک رہی تھیں بہت سے لوگوں کی لاشیں موجود تھیں مگر ان نوجوانوں کے نمائندہ مکشلیمنا زوردار آواز سے کہتا ہے ہم کفر کی حمایت نہیں کر سکتے۔ بادشاہ تو ظالم ہے خونخوار ہے ہم تیری دعوت شرک قبول نہیں کرتے ہمارا خالق مالک وہی ہے جو زمینوں آسمانوں کا مالک ہے ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ اپنے رب قدوس کو چھوڑ دیں، ظالم بادشاہ بے شک ہمیں قتل کروادے آگ میں جلادے، ''ولن ندعو ہم'' کبھی بھی کسی جھوٹے معبود کی پرستش نہیں کر سکتے اگر ہم نے ذرہ بھی اپنے مونہہ سے کوئی شرکیہ لفظ نکالا تو یقیناً ہم یاوہ گوئی اور بکواس کرنے والے ہوں گے۔

باشاہ تیری پکڑ دھکڑ، قتل وغارت سے تو نہیں ہم تو اپنی قوم کی گمراہی سے پریشان ہیں کہ قوم نے اپنے خدا کے مقابلہ میں کتنے معبود بنا لئے اگر ان میں ذرا بھر بھی صداقت ہے تو جلدی سے کوئی مضبوط کھلی دلیل لائیں یہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ اور یہ یادرکھو کائنات میں اس سے زیادہ کوئی بڑا ظالم نہیں ہوسکتا جو اپنے رب پر جھوٹ باندھتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جب یہ نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تو ہم نے ان کے نور ایمان میں اضافہ کر دیا، اور دلوں کو مضبوط کر دیا جس سے پتہ چلتا ہے ایماندار بڑے سے بڑے ظالم سے ٹکر لینا معمولی سمجھتے ہیں پہاڑوں سے ٹکراؤ، دریاؤں میں کودنا آگ کے شعلوں کو کچھ نہ سمجھا ان کیلئے معمولی کام ہوتا ہے

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَ اِذِ اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡـكَهۡفِ يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَـكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمۡسَ اِذَا طَلَعَتۡ تَّزٰوَرُ عَنۡ كَهۡفِهِمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمۡ فِىۡ فَجۡوَةٍ مِّنۡهُ‌ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ‌ ؕ مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ‌ ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا ﴿۱۷﴾

صدق اللہ العظیم

(انہوں نے آپس میں کہا) اور جب تم ان سے الگ وہ چکے ہو اور اُن سے بھی جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تو اب کسی غار میں پناہ لو اللہ تم پر اپنی رحمت کشادہ کر دے گا (۱۶) اور تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی کر دے گا (اے مخاطب) جب سورج نکلتا ہے تو تُو دیکھے گا دھوپ ان کے غار سے دائیں جانب جھکی رہتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو دھوپ بائیں طرف پھر جاتی ہے اور وہ اس غار کی کھلی جگہ میں ہیں، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو اس کیلئے کوئی مددگار ہدایت دینے والا نہیں (۱۷)

تفسیر

یہ نوجوان جنہوں نے دقیانوس کے سامنے حق بات کہی اور اس کے کفر وشرک سے بیزاری ظاہر کردی تو آپس میں کہنے لگے کہ جب تم الگ ہوگئے ہو تو کسی غار میں پناہ لے لو اور اللہ پر توکل کر کے وہیں مقیم ہوں اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا اور ہمارے لئے آسانی کے اسباب پیدا کر دے گا۔ ''۔۔۔الکہف'' کے تحت ابن کثیر فرماتے ہیں اصحاب کہف نے جو صورت اختیار کی جس شہر میں رہ کر اللہ کی عبادت نہ ہوسکتی تھی، اس کو چھوڑ کر غار میں پناہ لی یہی سنت اہے انبیاء علیہم السلام کی کہ اپنے مقام سے

ہجرت کر کے وہ جگہ اختیار کرتے ہیں جہاں عبادت کی جاسکے۔

اصحاب کہف نے یہی رستہ اختیار کیا اور اپنے رب ذوالجلال سے رحمت کے دروازہ کھلنے اور معاملات میں آسانی پیدا ہونے کی تمنا کی جو رب قدوس نے پوری کر دی۔ آیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں اصحاب کہف کی غار میں رہنے کی نوعیت بیان فرمائی گئی، اس غار کا منہ شمال کی جانت تھا جب سورج طلوع ہوتا تو وہ غار کی دائیں جانب سے ہوتا اور جب سورج غروب ہوتا تو غار کے بائیں جات ہوتا اس طرح سورج کی دھوپ غار کے اندر نہیں جاسکتی تھی، اچھی ہوا غار کے اندر پہنچ جاتی تھی اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے جسموں کو سورج سے محفوظ رکھا، دھوپ پڑنے کی صورت میں جسموں میں تعفن پیدا ہو جاتا اللہ نے اس سے بچایا یہ اہم واقعہ نشانات قدرت سے ایک نشانی ہے کہ اللہ نے عرصہ دراز تک ان کو غار میں محفوظ رکھا۔ اور وہ اس طویل عرصہ میں زمانہ کے تبدل وتغیر سے بچے رہے، ان کے اجسام گردش ایام کے اثرات سے سلامت رہے، سورج کے دائیں طرف سے طلوع ہونے اور بائیں جانب غروب ہونے کا ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ سورج کی دھوپ کو ان کے جسموں پر پڑھنے سے روک دیا گیا، جس طرح اللہ تعالیٰ ان اصحاب کہف کو کفر سے ایمان کی طرف لایا وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو اس کیلئے کوئی مددگار ہدایت دینے والا نہیں پائے گا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۖ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ

اور (اے مخاطب) اگر تو انہیں دیکھے تو گمان کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم خود ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا بھی چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تو انہیں دیکھتا تو ضرور خوف اور

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا
أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ
فَابْعَثُوٓا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِۦٓ إِلَى الْمَدِينَةِ
فَلْيَنظُرْ أَيُّهَآ أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ
مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ

صدق اللہ العظیم

دہشت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا (۱۸) اور اس طرح ہم نے ان کو اُٹھایا تا کہ ایک دوسرے کا حال پوچھیں ان میں سے ایک نے کہا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے تھے انہوں نے کہا ہم ایک دن یا اس سے بھی کم ٹھہرے تھے انہوں نے کہا تمہارا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ تم کتنی دیر ٹھہرے ہو سو اب تم اپنے میں سے کسی کو یہ چاندی کے سکے دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ غور کرے کون سا کھانا زیادہ اچھا ہے اور اس میں سے تمہارے کھانے کیلئے لے کر آئے اُسے چاہئے کہ وہ نرمی سے کام لے اور کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے (۱۹)

تفسیر

قرآن مقدس نے اس آیہ مبارکہ میں ان کی سونے کی حالت کو فرمایا ہے، اے مخاطب! اگر تو نہیں دیکھے تو محسوس کرے گا کہ وہ جاگ رہے ہیں وہ اس وجہ سے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ان کی کروٹیں بدلنے کے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ملتا ہے کہ وہ ہر سال دو مرتبہ کروٹیں بدلتے تھے بعض مفسرین نے کہا وہ تین سو سال تک ایک کروٹ پر لیٹے رہے۔ کروٹیں بدلنے کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اللہ ان کی کروٹیں تبدیل کراتا تھا اس طرح بھی ہے کہ فرشتے تبدیل کرتے تھے، اس طرح بھی ہے کہ جیسے بندہ نیند میں خود بخود کروٹ لے لیتا ہے، ایسے ہی یہ بھی کروٹیں بدل لیتے تھے۔

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے ان کا کتا بھی چوکھٹ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے، اس کا ایک کتا تھا وہ بھی

ساتھ ہی چل پڑا، اصحاب کہف نے کتے کو بھگایا وہ پھر آ گیا پھر بھگایا تو کتے نے کہا اب میری وجہ سے پریشان نہ ہوں میں اللہ کے دوستوں سے پیار کرتا ہوں تم سو جانا میں نگرانی کروں گا۔ اصحاب کہف نے اس کے بعد کتے کو نہ بھگایا۔ اصحاب کہف کے اس عمل سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ حفاظت نگرانی کیلئے کتا رکھنا جائز ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہے حضور ﷺ نے مویشیوں کی حفاظت یا کھیت کی حفاظت یا شکار کیلئے رکھنے کی اجازت دی ہے، اس روایت کو محدثین نے نقل کیا ہے۔ (مسلم شریف) ابن عطیہ فرماتے ہیں میرے والد ابوالفضل جوہری نے جامع مسجد مصر میں خطبہ سنا، خطیب کہہ رہے تھے جو شخص نیکوں سے محبت کرتا ہے اسے نیکی کا حصہ ملتا ہے دیکھو اصحاب کہف کے کتے نے ان سے محبت کی اور ساتھ لگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہم نے اصحاب کہف کو نیند سے اُٹھایا کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں ہم کتنا عرصہ ٹھہرے چنانچہ ایک نے پوچھا ہم کتنا عرصہ غار میں ٹھہرے تو ساتھیوں نے کہا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ پھر انہوں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے ہم کتنا عرصہ ٹھہرے ان میں سے یملیخا نے کہا اب کوئی یہ چاندی کا سکہ لے کر بازار جائے اور اچھا پسندیدہ کھانا لائے، خریدنے پر احساس ہو کہ یہ حلال پاکیزہ ہے یہ اس لئے کہا کہ وہاں پر مجوسیوں کی آبادی تھی، یہ شہر غار کے قریب تھا اس شہر کا نام افسوس تھا۔ ساتھ ہی یملیخا نے نصیحت کی کہ سامان خریدتے وقت نرمی سے کام لیا جائے اور کسی کو ہمارے بارہ میں خبر نہ ہو۔ اس آیہ مبارکہ میں اصحاب کہف کے جلال وعیب کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ جو ان کو دیکھے تو ہیبت سے بھاگ جائے یہ ان کی کرامت ہے ان کی ہیبت سے بھاگنے کے سلسلہ میں تفسیر مظہری کے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم نے امیر معاویہ کے ساتھ جہاد کیا جو غزوۃ المضیق کے نام سے مشہور ہے اس سفر میں ہمارا گزر اس غار پر ہوا، امیر معاویہ نے تحقیق کا ارادہ کیا آپ نے چند آدمی بھیج دئے جب یہ لوگ غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ

نے اُن پر سخت گرم ہوا بھیج دی جس کی وجہ سے یہ کچھ دیکھ نہ سکے (مظہری)

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہٖ

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝٢٠ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝٢١

صدق اللہ العظیم

بیشک اگر وہ تم پر غالب آ گئے تو وہ تمہیں سنگسار کر دیں گے یا وہ واپس اپنے دین میں لے آئیں گے اور پھر تم ہرگز فلاح نہ پا سکو گے (۲۰) اور اس طرح ہم نے (لوگوں کو) ان کے حال سے واقف کر دیا تا کہ انہیں یقین ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، اور قیامت میں کوئی شک نہیں۔ جب لوگ ان کے معاملہ میں بحث کرنے لگے تو انہوں نے کہا ان کے غار کے قریب عمارت بنا دو ان کا رب ہی ان کے حالات کو زیادہ جاننے والا ہے جو لوگ ان کے معاملات پر زیادہ حاوی تھے انہوں نے کہا ہم ضرور ضرور ان کے قریب مسجد بنائیں گے (۲۱)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں اصحاب کہف کی ایک بات ذکر فرمائی گئی ہے انہوں نے آپس میں کہا اگر لوگ ہم پر مطلع ہو گئے تو وہ تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے یا پھر جبراً اپنے دین میں لوٹا دیں گے اگر تم نے ایسا کیا تو کبھی کامیاب نہیں ہو گے یعنی اگر ایمان دے کر جان بچالی تو یہ سودا بڑے خسارے کا ہو گا۔ اگلی آیہ مبارکہ

میں فرمایا گیا ہم نے بستی والوں کو اچانک اصحاب کہف پر آگاہ کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت واقع ہونے میں کوئی شک نہیں اگرچہ اصحاب کے کے غار میں جانے کے بعد ملک میں عیسائیت کافی پھیل چکی تھی اور دقیانوس کے مظالم ختم ہو گئے تھے مگر پھر بھی مشرکین موجود تھے جو قیامت کا انکار کرتے تھے یا یہ کہتے تھے کہ لوگ جسمانی طور پر نہیں اُٹھیں گے محض روحانی طور پر اُٹھ سکیں گے جسمانی طور پر قبروں سے اٹھنے کا مذاق اُڑاتے تھے، انہیں جواب دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں سال بعد اصحاب کہف کو صحیح وسلامت جسموں کے ساتھ اُٹھالیا ہے تو قیامت کو اٹھانے میں کیا مشکل ہو گی وہی اللہ قیامت کو بھی زندہ کر کے اُٹھائے گا۔

''اذ یتنازعون'' میں لوگوں کے ایک اختلاف کو بیان فرمایا گیا کہ اُن کا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا بعض کا خیال تھا کہ غار کے دروازے پر دیوار کر دی جائے تاکہ اندر کوئی نہ جا سکے بعض نے کہا غار کے قریب ایک مسجد بنا دی جائے تاکہ آنے والے عبادت کر سکیں اس طرح اصحاب کہف کی یاد تازہ ہوتی رہے گی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس مقام پر لکھتے ہیں اس ارشادِ تعمیر مسجد سے پتہ چلتا ہے کہ اہل اللہ کے مزارات کے قریب برکت کیلئے مسجد بنانا جائز ہے۔

اسی مقام پر قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ نے ان لوگوں کا جواب بھی دیا ہے جو تعمیر مسجد کی ممانعت کے قائل ہیں آپ فرماتے ہیں جن احادیث میں مسجد بنانے کی ممانعت کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قبروں کی طرف سجدہ نہ کیا جائے لوگوں کے اختلاف کرنے میں دو گروپ بن گئے تھے کفار کا نظریہ تھا کہ غار کے دروازہ پر ایک عمارت تعمیر کر دی جائے، مسلمانوں کا نظریہ تھا کہ اصحاب کہف ہمارے دین میں تھے اس لئے ہم غار کے دروازہ پر ایک مسجد بنائیں گے۔ سید محمود آلوسی نے اس آیہ مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ صالحین کی قبروں کے نزدیک مسجد بنائی جا سکتی ہے کہ لوگ وہاں آکر عبادت کرتے رہیں، نماز پڑھتے رہیں۔ بعض لوگوں نے اس مسجد بنانے کو عیسائی پادری اور رومی حکمرانوں کا عمل کہا اور اُسے گمراہی قرار دیا، یہ صحیح نہیں۔

پادری تو غار پر اصحاب کہف کی یاد کے طور پر ایک عمارت بنانا چاہتے تھے جبکہ مسلمان مسجد بنانا چاہتے تھے آخر کار اُنہیں کی رائے غالب رہی اور مسجد تعمیر ہوئی۔

اس مقام پر مسجد کا تعمیر ہونا اس طرح بھی زیادہ قرین قیاس ہے کہ حضورﷺ نے اپنے کمالات کا ذکر کرتے ہوئے اس کامل کا بھی ذکر کیا ہے ''جعلت لی الارض مسجد اطہورا'' پوری روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور سبب طہور بنا دیا گیا ہے۔ اور تمام روئے زمین میں وہ جگہ بھی شامل ہے۔

تفسیر قرطبی میں اصحاب کہف کے دوبارہ اُٹھنے پر ایک دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے، دقیانوس کے مرنے کے بعد دوسرا حکمران بیدوسیس آیا یہ اچھے خیالات کا مالک تھا اس کے دور میں مشرکین نے یہ پروپیگنڈا کیا، مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا کوئی مسئلہ نہیں، بادشاہ پریشان ہوا اور سوچا کہ یہ گمراہ کن نظریہ کیسے ختم ہو تو اس نے یہ تجویز سوچی سادہ لباس پہن کر راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ گیا اور دعا مانگی اے اللہ! کوئی ایسی صورت پیدا فرما لوگوں کا یہ عقیدہ ٹھیک ہو جائے اللہ نے دعا قبول فرمالی اور اصحاب کہف کے دوبارہ اُٹھنے کا واقعہ پیش آ گیا جس سے لوگوں میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جو اللہ صدیوں پر اصحاب کہف کو اُٹھا سکتا ہے وہ قیامت بھی برپا کر سکتا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ وَيَقُولُونَ خَمۡسَةٌ سَادِسُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ ؕ قُلۡ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۙ فَلَا تُمَارِ فِيۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ مِّنۡهُمۡ اَحَدًا ﴿٢٢﴾

صدق اللہ العظیم

عنقریب لوگ کہیں گے وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا اور (بعض) کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا اُ کا کتا تھا یہ تمام قوال بن دیکھے اندازے ہیں اور (کچھ) کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتا تھا آپ کہئے میرا رب ہی صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اُن کو صرف چند لوگ ہی جاننے والے ہیں سو آپ اُن کے متعلق صرف سرسری بات کریں اور اُن کے متعلق اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں (۲۲)

تفسیر

آیہ مقدسہ میں ''سیقولون'' وہ لوگ کہیں گے کہنے والے کون ہیں ایک احتمال یہ ہے ان سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا باہم اختلاف اصحاب کہف کے زمانے میں ان کے نام ونسب وغیرہ کے متعلق ہوا تھا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ ان سے مراد نصاریٰ نجران ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی تعداد کے بارے میں مناظرہ کیا تھا عیسائیوں کے ایک گروہ نے ان کی تعداد تین بتائی یہ فرقہ ملکانیہ کہلاتا تھا دوسرے گروہ نے تعداد پانچ بتائی یہ فرقہ یعقوبیہ تھا تیسرے گروہ نے ان کی تعداد سات بتائی یہ فرقہ نسطوریہ تھا۔ یہ تیسرا قول مسلمانوں کا تھا قرآن مقدس کے ارشاد سے بھی یہی مؤقف واضح ہوتا ہے پہلے دونوں اقوال کے بعد ''رجما بالغیب'' کے الفاظ ہیں یعنی محض اندازہ اٹکل جبکہ آخری قول کے ساتھ یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ فرمایا آپ کہئے کہ میرا رب ہی ان کو صحیح تعداد کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے یہ انداز بتاتا ہے کہ تیسرا قول برحق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان اصحاب کہف کے نام اسطرح فرمائے مکلسمینا،

تمیخی، مرطونس، سنونس، ساربینوتس، ذونورس، کعسططیونس،

رب قدوس جل مجدہ نے فرمایا آپ ان کے متعلق سرسری بات کریں اور ان کے متعلق اہل کتاب سے کوئی سوال نہ کریں ''الاتماء فیھم'' کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے حضورﷺ کو جو تعلیم دی گئی ہے وہ دراصل علماء امت کیلئے اہم رہنما اصول ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف پیش آئے تو جس قدر ضروری بات ہو واضح کر کے بیان کر دیا جائے اس کے بعد کسی غیر ضروری بحث میں اُلجھیں تو سرسری گفتگو کے بعد ختم کر دی جائے کہ مزید بحث و تکرار میں خاص فائدہ تو ہے نہیں پھر باہم تلخی پیدا ہونے کا خطرہ بھی ہے دوسرے جملہ میں ایک اور ہدایت فرمادی گئی ہے کہ وحیِ الٰہی کے ذریعہ اصحاب کہف کی جتنی معلومات آپ کو دے دی گئی ہیں اُن پر قناعت فرمائیں، زائد کی تحقیقات کیلئے لوگوں سے سوال نہ کریں یعنی نصاریٰ سے اس بارے میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں، ہاں سرسری طور پر بات چیت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور آپ کسی کام کے متعلق یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں (۲۳) مگر یہ کہ اللہ چاہے اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کر لیں اور آپ کہئے کہ عنقریب میرا رب مجھے اس سے زیادہ ہدایت کے قریب راستہ دکھائے گا (۲۴) اور وہ اپنے غار میں تین سو سال ٹھہرے تھے اور انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے (۲۵) آپ کہئے اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کتنا عرصہ ٹھہرے تھے، آسمانوں اور

زمینوں کے غیب اسی کے پاس ہیں وہ کتنا زیادہ
دیکھنے والا اور کتنا زیادہ سننے والا ہے اس کے سوا
ان کا کوئی کارساز نہیں ہے اور وہ اپنے حکم میں
کسی کو شریک نہیں کرتا (۲۶)

تفسیر

اس آیہ پاک میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو ایک درس فرمایا ہے کہ محبوب کریم! جب آپ کسی کام کا ارادہ کریں تو یہ نہ کہیں کہ میں کل ایسا کروں گا بلکہ اس طرح کہیں اگر اللہ کو منظور ہوا تو کل ایسا کروں گا، اس تربیتی ارشاد کے اُترنے کا سبب یہ بنا، یہود نے حضور علیہ السلام سے کئی سوالات کئے تھے تو آپ نے فرمایا کل بتاؤں گا، ان شاء اللہ کہنا رہ گیا تو یہ حکم فرمایا گیا۔

اس ارشاد میں حضور ﷺ کے ذریعہ سے ملت اسلامیہ کو درس دیا جارہا ہے کہ تمام کام اللہ کے سپرد کئے جائیں کہ وہ چاہے گا تو ہوں گے اس طرح رب قدوس کے فضل سے مشکلات حل ہوں گی۔ حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ کسی کام کے واقع ہونے کا یقین نہ کریں جب تک اُسے اللہ کی مرضی سے وابستہ نہ کرلیں، اور جب آپ ان شاء اللہ کہنا بھول جائیں پھر بعد میں یاد آئے تو آپ ان شاء اللہ کہہ لیں ایک معنی یہ بھی ہے جب آپ کسی چیز کو بھول جائیں تو اللہ کو یاد کریں تاکہ اللہ آپ کو وہ چیز یاد دلادے۔

ان شاء اللہ کہنے میں ایک فائدہ یہ ہے اگر کسی سے وعدہ کیا تھا اور ان شاء اللہ کہا تھا پھر وہ نہ کرسکا تو وعدہ خلافی نہیں ہوگی، سہو اور نسیان کا فرق ہے۔ نسیان غفلت سے ہوتا ہے، سہو کسی چیز میں دل مشغول ہونے سے ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کی نماز میں سہو ہوجاتا تھا مگر آپ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے، حضور ﷺ کی طرف جہاں نسیان کی نسبت ہوئی ہے جیسے اس مقام پر نسبت کا لفظ ہے تو یہاں نیسان بمعنی سہو ہی ہوگا۔ حضور علیہ السلام کے نسیان میں ایک حکمت یہ ہے میں بھول جاتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ میرا فعل

سنت بنایا جائے اور سہو ونسیان کی صورت میں تمہارے لئے نمونہ قائم کروں کہ ایسی صورت میں تمہیں کیا کرنا چاہئے۔ اس آیہ مبارکہ میں اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ مدت تین سو سال ہے پھر انہوں نے اس پر نو سال زیادہ کیے اس کے بعد فرمایا آپ کہیئے اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے وہ کتنا عرصہ ٹھہرے تھے پھر فرمایا اللہ کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں کہ اتنا عرصہ دراز تک انہیں سلائے رکھے، حفاظت فرمائے جسموں کو گلنے سڑنے سے بچائے پھر فرمایا وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

اس آیہ مبارکہ میں اصحاب کہف کے قیام کی مدت کا ذکر فرمایا گیا ہے، امام ابن جریر نے اس پر تبصرہ فرمایا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ تین سو نو سال کی مدت یہودیوں کا قول ہے قرآن کی بیان کردہ مدت نہیں ورنہ "قل اللہ اعلم" کا ارشاد نہ ہوتا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ
دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ
عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

صدق اللہ العظیم

پڑھئے (اُن پر) جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی کتاب سے وحی کیا گیا ہے اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں آپ اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں پائیں گے (۲۷) اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے نہ ہٹائیں کیا آپ دنیا کی زینت چاہتے ہیں اور اس کی پیروی نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے

غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا
ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے (۲۸)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب! آپ اپنے اوپر قرآن مجید کی تلاوت کو لازم کر لیجئے اور اس کے احکام پر عمل کیجئے اس کے کلمات میں کسی قسم کا تبدل و تغیر نہیں ہو سکتا۔ ''واصبر نفسک'' کے اُترنے کا سبب یہ بنا مکہ کا ایک سردار عینیہ بن حص دربار رسالت میں حاضر ہوا، وہاں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ بیٹھے لباس خستہ تھا، شکل فقیرانہ تھی اسی طرح کے چند اور فقراء بھی حاضر تھے عینیہ نے حضور ص سے کہا ہمیں آپ کے پاس آنے سے اور آپ کی باتیں سننے سے رکاوٹ ایسی قسم کے لوگ ہیں ہم ان کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتے، یا تو انہیں اپنی مجلس سے ہٹا دیں یا پھر کم از کم انہیں الگ تربیت دیں ہمیں الگ۔ اُمیہ بن خلف نے بھی حضور ﷺ سے اسی عنوان سے ملتی جلتی بات کہی اور کہا آپ مکہ کے سرداروں کو اپنے قریب کریں یہ لوگ آپ کا دین قبول کر لیں گے تو دین کو ترقی ہو گی اس طرح کے واقعات پر اس آیہ کریمہ کا نزول ہوا محبوب آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے، جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔ حضور ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا درس دیا جا رہا ہے پھر آپ کے ذریعہ سے ملت اسلامیہ کے مبلغین کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ غرباء فقراء سے نفرت نہ کریں۔ تعلقات و توجہات میں انہیں شامل رکھیں، معاملات میں ان سے مشورہ لیں ان کی امداد و اعانت سے کام کریں فقراء کے ساتھ اس قدر وابستگی کی تاکید کیوں ہے اس لئے کہ یہ لوگ صبح و شام خدا کو یاد کرتے ہیں اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہ سب حالات اللہ کی امداد کو کھینچتے ہیں۔

کفار و مشرکین کے مشورہ قبول کرنے سے روک دیا گیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہیں اور ان کے سارے کام نفسانی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں ایسے حالات بندے کو رب کی رحمت سے دور کر دیتے ہیں حضور ﷺ کو کفار مکہ کے مشورہ پر عمل کرنے سے روک دیا گیا محبوب یہ لوگ ایسے نہیں کہ ان کی

بات مانی جائے۔ حضور ﷺ نے کفار کے مشورہ پر عمل نہیں کیا کہ انہیں الگ وقت دیا جائے اس میں فقراء مساکین کی دل شکنی تھی اوران کے تکبر وغرور کی مخالفت بھی تھی اور حرام کی حمایت شان نبوت سے دور ہے۔

یہ لوگ نفسانی خواہشات کے تابع ہیں ان کی بات نہ مانیں، فقیروں سے اپنی نگاہ نہ پھیریں کفار کا ناز ونخرہ تو ان کی دولت ہوگی، مال وجاہ ہوگا مگر یہ فقیر مسلمان بلال، صہیب جیسے فقیر صحابہ ان کا ناز تو آپ کے بغیر کوئی ہے ہی نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی مساکین وفقراء کی محبت ہے۔ فقراء ومساکین سے محبت کے عنوان پر ترمذی شریف کی مشہور حدیث ہے حضور ﷺ اللہ سے دعا کرتے ہیں ''اے اللہ! مجھے بطور مسکین زندہ رکھنا اور بطور مسکین میری روح قبض کرنا اور قیامت کے دن مجھے مساکین کے زُمرہ میں اٹھانا''۔ اسی حدیث کے آخر میں حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! مسکین کو رد نہ کرنا خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا دو، عائشہ! (رضی اللہ عنہا) مسکینوں سے محبت کرو اپنے قریب رکھو اللہ تمہیں قیامت کے دن اپنے قریب رکھے گا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

صدق اللہ العظیم

اور آپ کہئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کیلئے ایسی جہنم تیار کی ہے جس کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی، اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہو گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا بُرا مشروب ہے اور دوزخ کیسی بُری قرار کی جگہ ہے (۲۹)

تفسیر

جب مکہ کے اغنیاء نے یہ کہا آپ فقراء مساکین کو اٹھادیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے محبوب! آپ ان کی طرف دھیان نہ کریں آپ کہہ دیں دین حق یہی ہے جو اللہ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے اگر تم اسے قبول کرلو گے تو تمہارا ہی فائدہ ہے اگر قبول نہ کیا تو نقصان بھی تمہارا ہی ہوگا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرتا رہے۔ بے شک ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے واضح ہورہا ہے کہ بندہ محض مجبور نہیں اسے اختیار دے کر دنیا میں بھیجا گیا ہے جب وہ ایمان لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر وہی جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ ایمان لے آتا ہے اگر وہ کفر کو پسند کرتا ہے تو اس کے اندر وہی کیفیت پیدا کر دی جاتی ہے اس لئے انہیں اختیاری کاموں پر ہی ثواب و عذاب ہے اگر یہ بندہ اللہ کی طرف سے دئے گئے اختیار کو اچھی جگہ استعمال کرتا ہے تو جنت ہے برے کاموں کو اختیار کرتا ہے تو جہنم ہے۔ اس مقام پر یہ سوال بے معنیٰ ہوگا کہ اللہ نے بندے کو کفر کرنے کی طاقت ہی کیوں دی اگر کوئی باپ بچے کو دس روپے دے دیتا ہے کہ خرچ کرے اب وہ بچہ اس رقم کو غلط جگہ خرچ کرتا تو باپ اُسے سزا دے اچھی جگہ خرچ کرتا ہے تو شاباش دے گا۔ انسان بھی اللہ کی دی ہوئی طاقت کو اچھی جگہ خرچ کرے تو جنت ہے بُری جگہ خرچ کرے تو جہنم ہے۔

ظالموں کیلئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلوں کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دوزخ کے گرد چار موٹی دیواریں ہیں ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے جیسے خیمے کی قناتیں خیمے کو چاروں طرف سے گھیرے ہوتی ہیں ایسے ہی دوزخیوں کو یہ دیواریں گھیرے ہوں گی معنیٰ یہ ہوا کہ یہ کفار دوزخ سے کسی طرح بھی نکل نہیں سکیں گے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ دوزخ کا دھواں اسی طرح گھیرے گا جیسے قناتیں خیمے کا احاطہ کرلیتی ہیں ایسے دھوئیں کی شدید دیواریں گھیر لیں گی۔ دوزخیوں کی حالت کو مزید اس طرح فرمایا گیا اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے

پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا جب دوزخی اس کو پینے کیلئے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال اُتر جائے گی۔(ترمذی) ایک اور حدیث شریف میں اس طرح ہے کہ گرم پانی ان کے سروں پر انڈیلا جائے گا وہ پانی پیٹ تک پہنچ جائے گا پیٹ کی ہر شئی کو کاٹ دے گا حتیٰ کہ پیروں تک میں گھس کر پگھلا دے گا۔قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر ان کی اس سزا کو اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ ''تصلی نارا حامیہ، تسقیٰ من عین آنیہ'' وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے ان کو نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔ ''بئس الشراب'' وہ کیسا بُرا مشروب ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

صدق اللّٰہ العظیم

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام اچھے کیۓ ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جنہوں نے نیک کام کیۓ ہوں (۳۰) ان کیلئے ہمیشہ جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں انہیں وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہاں ریشم کے ہلکے اور گہرے سبز کپڑے پہنیں گے اور وہاں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے کیسا اچھا اجر ہے اور وہ جنت کیسی اچھی آرام گاہ ہے (۳۱)

تفسیر

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب کا ذکر فرمایا جو قیامت کے دن کفارو

مشرکین کو دیا جائے گا اس آیہ مقدسہ میں ایمان دار لوگوں کیلئے جنت کا ذکر ہے ایمان اور عمل صالح کا ذکر بتا تا ہے مومن کیلئے ضروری ہے وہ اعمال صالحہ بھی اپنائے جنت کے عطیہ کا ذکر ایسی صورت میں ہے ایمان کے ساتھ اچھے اعمال بھی ہوں ایسے لوگ جنہوں نے ایمان کے ساتھ اچھے کام بھی کئے اُن کا اجر ضائع نہیں ہوگا وہ اجر اس صورت میں ہوگا انہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت میں قیام ہوگا انعامات میں مزید صکر فرمایا گیا اُنہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ایک اور آیہ مبارکہ میں ہے انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ سورۃ الحج شریف میں اس انعام کا ذکر اس طرح ہے اُنہیں سونے اور موتی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

کنگنوں کے ذکر کے بعد ایمانداروں کے لباس کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انہیں سبز رنگ کے سندس اور استبرق کا لباس پہنایا جائے گا۔ سندس سے مراد پتلا اور ملائم لباس ہے، استبرق سے مراد موٹا ریشمی لباس ہے تیسرے انعام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ وہ اپنے اس حسن و جملا کے ساتھ تخت پر بیٹھے ہوں گے اور تکئے لگائے ہوں گے یہ سوال ذہن میں نہیں آنا چاہئے کہ کنگن اور ریشمی لباس تو مردوں کیلئے اچھا نہیں۔ زیب و زینت کے مسائل رواج کے تابع ہوتے ہیں ایک ملک میں ایک شئ اچھی نہیں سمجھی جاتی دوسرے مل میں وہی شئ زیب و زینت کے طور پر استعمال ہوتی ہے اس ملک آخرت میں مردوں کیلئے کنگن ریشمی لباس باعث عزت وفخر ہوگا یہ چیزیں دنیا میں مردوں کیلئے منع کی گئی ہیں۔ یہ قانون جنت میں نہیں ہوگا۔

اس آیہ مبارکہ میں اہل دنیا کو بتایا گیا ہے جن ایمانداروں کو تم مذاق طعن کا نشانہ بناتے ہو اور اپنے تکبر وغرور سے انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہو یہی درویش، فقیر، صالح نیک لوگ قیامت کے دن عزت وفخر کے ساتھ تختوں پر براجمان ہوں گے دنیا میں جو دنیا داروں کے اُنہیں مذاق طعن کا نشانہ بنایا آج انعامات سے نوازے جائیں گے اسی مقام تفسیر مظہری میں ہے یہ کنگن جو انہیں پہنائے جائیں گے فرشتہ آج سے تیار کر رہا ہے اور قیامت تک ان کے حسن و جمال کو بڑھاتا رہے گا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِ
هِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا
بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا
الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا
وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ
لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ
اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ
لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾
وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ
اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

صدق الله العظيم

اور آپ اُنہیں دو مردوں کا قصہ سنائیے جن میں سے ایک شخص کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا کیئے تھے جن کے چاروں طرف ہم نے کھجور کے درختوں کی باڑ لگا دی تھی اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیت پیدا کیئے تھے (۳۲) دونوں باغ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان کے درمیان دریا بہا دیئے تھے (۳۳) جس شخص کے پاس پھل تھے اس نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے ہوئے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میرے پاس بہت آدمی ہیں (۳۴) وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا مجھے یہ خطرہ نہیں کہ یہ باغ کبھی برباد ہو گا (۳۵) اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا ہی گیا تو میں لوٹنے کی جگہ اس سے بہتر حاصل کرلوں گا (۳۶)

تفسیر

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کافر مالدار اور مومن مالدار کی مثال بیان فرمائی ہے ان دونوں میں فرق واضح ہے، کافر اپنے مال پر مغرور ہے متکبر ہے، غرباء وفقراء کے سامنے اکڑ بازی سے کام لیتا ہے اور ایمان دار اپنے مال کو محض اللہ کا احسان اور فضل خیال کرتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا،

بنی اسرائیل میں دو بھائی تھے انہیں اپنے باپ کی طرف بہت مال ملا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ آٹھ ہزار دینار کے مالک ہوئے ان میں جو مومن تھا اس نے اپنا مال اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اللہ کی راہ میں خرچ کیا دوسرا بھائی کافر تھا اس نے دو باغ بنا لئے۔اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں بھائیوں کے مال کا ذکر فرمایا ہے۔اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دونوں باغوں کی کئی صفات بیان فرمائی ہیں ایک صفت یہ بیان فرمائی ان باغوں کو کھجور کے درختوں نے گھیرا ہوا ہے، ایک صفت یہ فرمائی کہ ان کے درمیان ہم نے کھیت بھی پیدا کئے تھے ایک صفت یہ فرمائی کہ دو تو باغ خوب پھل لائے اور پیداوار میں کمی نہیں ہوئی ایک صفت یہ بھی فرمائی کہ پھل خوب لگا۔کافر مالدار نے اپنے ساتھی سے بحث کرتے کہا میں تم سے زیادہ مالدار ہوں، ایماندار اس ساتھی کو نیکی کی راہ بتاتا رہا کافر نے مومن کو اپنا مال دکھاتے کہا مجھے اس کے فنا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں اور یہ بھی کہا جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہاں بھی بہت مال مل جائے گا۔کافر کو قیامت میں مال مل جانے کا خیال اس لئے پیدا ہوا کہ اُس نے سمجھا جب دنیا میں امیر ہوں تو قیامت کو بھی میرا استحقاق بنتا ہے حالانکہ دنیا کا مال و دولت اس کے کسی عمل کی بناء پر نہیں محض اللہ کے فضل سے وابستہ ہے جسے چاہے جتنا چاہے دے دے۔دنیا کے مال کو دیکھ کر آخرت میں مالدار ہونے کا تصور محض غلط ہے، کافر اپنے کبر و غرور سے مومن سے باتیں کرتا رہا۔اسی کبر و غرور سے آخرت کا بھی انکار کر دیا کہ آخرت کا تصور محض خیال ہے حقیقت نہیں اگر بالفرض قیامت آ بھی گئی تو میں وہاں بھی مالدار ہوں گا میرا بخت بلند ہے آخرت بھی ایسے ہی روشن درخشاں ہوگی۔اس سے اگلی آیہ پاک میں مومن کے جواب کا ذکر ہے۔

وصلّی اللّٰه تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي
خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ
سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا
أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ
جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ
إِن تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾
فَعَسَىٰ رَبِّي أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ
وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ
صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا
فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ﴿٤١﴾

اس کے ساتھی نے بات کا جواب دیتے ہوئے
کہا کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے
تمہیں مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پھر تمہیں مکمل
مرد بنایا (۳۷) لیکن وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور
میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں
بناؤں گا (۳۸) اور ایسا کیوں نہ ہو کہ جب تم
باغ میں داخل ہوئے تھے تو کہتے جو اللہ نے چاہا
وہ ہوا اور اللہ مدد کے بغیر کسی کی کوئی طاقت نہیں
اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں مال اور اولاد کے
لحاظ سے تم سے کم ہوں (۳۹) تو قریب ہے کہ
میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا فرمائے
گا اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج
دے گا تو وہ چٹیل میدان بن جائے (۴۰) یا اس
کا پانی زمین میں دھنس جائے پھر تم اس کو ہرگز
تلاش نہ کر سکو (۴۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں کافر کے کبر وغرور سے بھری باتوں کا ذکر تھا اس نے اپنے مال ودولت پر فخر کیا اور غرباء کو حقارت کی نظر سے دیکھا یہ کبر وغرور کا پتلا قیامت کا بھی منکر ہو گیا۔ اس کی متکبرانہ گفتگو کے جواب میں مومن نے کہا تو اپنے رب کا منکر ہو گیا جس نے تجھے کئی مرحلوں سے گزارا، مٹی سے تخلیق کے بعد دوسرا

مرحلہ نطفہ کا ہے یا پھر تیسرا مرحلہ یہ ہوا کہ تجھے مکمل مرد بنایا میں تو اپنے رب کو کبھی نہیں بھلا سکتا میں اقرار کرتا ہوں وہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی بھی شئ کو شریک نہیں ٹھہرا سکتا۔ مرد مومن نے اُسے یہ بھی کہا کاش تو نے اپنے باغ میں داخل ہوتے ''ماشاء اللہ لاقوہ الا باللہ'' کہا ہوتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی چیز کو دیکھے اور وہ اُسے پسند آئے تو یہ کہے ماشاء اللہ اُسے نظر نہیں لگے گی وہ محبوب چیز محفوظ رہے گی۔

مومن ساتھی نے کہا اگر تو نے مجھے یہ دیکھا کہ میں مال اولاد کے لحاظ سے کم ہوں، یہ تیری کوتاہ بینی ہے بہکی نگاہ ہے میں اپنے رب سے قطعی مایوس نہیں مجھے اپنے رب پر یقین ہے وہ مجھے انعامات سے نوازے گا جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوں گے جن باغات کی وجہ سے تم غرور وکبر کر رہے ہو قریب ہے اللہ اس پر کوئی عذاب بھیج دے، غضب الٰہی کی بجلی گرے اور باغات کا نام ونشان مٹا دے اور صبح کو یہ باغ چٹیل میدان ہوں۔ اس کا پانی زمین کی گہرائی میں دھنس جائے کہ تلاش کے باوجود نہ مل سکے گہرائیوں میں ایسا جائے کہ کسی صورت نکالا نہ جا سکے۔

اس آیہ مبارکہ میں حسبانا کا لفظ ہے اس لفظ کی تفسیر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مطلق عذاب سے کی ہے کہ باغ پر عذاب آئے، ابن عباس فرماتے ہیں کہ باغ پر آگ برسے بعض نے کہا کہ باغ پر پتھراؤ ہو۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور اس مرد کے پھل گھیر لئے گئے اور اس نے جو اس باغ پر خرچ کیا تھا ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی چھتریوں پر گرا پڑا تھا وہ شخص کہہ رہا تھا کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا (۴۲) اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا (۴۳) معلوم ہوتا ہے تمام اختیارات اللہ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے وہی سب سے اچھا ثواب دینے والا ہے اور اس کے پاس بہترین انجام ہے (۴۴)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں کافر کے انجام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اس کے کبر و غرور کا نتیجہ یہ ملا، باغ برباد ہو گیا اور وہ اس پر افسوس کے ہاتھ ملتا رہا۔ کافر کی اس حالت سے پتہ چلا کہ وہ سمجھ گیا اس کے باغ پر وبال اس کے کفر و شرک کے سبب آیا ہے اگر کفر نہ کرتا تو یہ نوبت نہ آتی اگر یہ مصیبت آ بھی جاتی تو قیامت کو اجر ملتا مگر افسوس اس سے اسکا ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ اگلے حصہ میں فرمایا گیا اس کے پاس کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اس کی مدد کرتی اور جس اولاد پر اُسے ناز تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور نہ ہی وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا، ایسے موقع پر مدد کرتا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام جو برحق ہے اور سچا ہے۔ باغ کی تباہی پر اس کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے اب اُجڑے باغ کو دیکھ کر بغیر افسوس کے اس کے پاس کچھ نہیں۔ ''اُحیط بثمرہ'' کا معنیٰ امام قرطبی نے اس طرح کیا ہے کہ اس کا سارا مال اسباب برباد ہو گیا اس مقام پر یہ سوچ غلط ہو گی کہ مشکلات و مصائب کفر کی وجہ

سے آتی ہیں جیسے اس بندے پر مشکلات آئیں، باغ برباد ہو گیا افسوس کرتا رہا۔ ایمانداروں پر بھی مشکلات آتی ہیں مگر ان کی مشکلات ومصائب ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ملتا ہے آپ نے فرمایا سب سے زیادہ مشکلات انبیاء علیہم السلام پر پھر جوان کے قریب ہو پھر جوان کے قریب ہو بندہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ دین میں متشدد رہے تو اس پر شدید مشکلات آتی ہیں اگر وہ دین میں نہ ہو تو مشکلات بھی اسی نسبت سے ہوتی ہیں حتی کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا، اس حدیث کو ابن ماجہ نے سعد بن ابی وقاص کے ذریعہ سے روایت کیا ہے کافر کی گفتگو اور افسوس سے پتہ چلتا ہے مشکل وقت میں کافر بھی اپنی برائی محسوس کر لیتا ہے اور کہتا ہے کاش وہ شرک نہ کرتا۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے اور دشمن کے مقابلہ میں انہیں خوش کرتا ہے۔ آیہ کریمہ کے آخر میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آخرت میں اسی کا ہی حکم چلے گا اسی کی بادشاہی ہوگی کسی کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے جو اُس پانی کی مثل ہے جسے ہم نے آسمان سے اُتارا تو اس کے باعث زمین کا ملا جلا سبزہ نکلا پھر وہ سوکھ کر چورا چورا ہو گیا جس کو ہوا اُڑا دیتی ہے اور اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے (۴۵) مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾

صدق اللہ العظیم

پاس از روئے ثواب اور اُمید کے بہت بہتر ہیں (۴۶) اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ہم ان میں کسی کو نہیں چھوڑیں گے (۴۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ سے پہلے دنیوی زندگی اور اس کی ناپائیداری کو ایک جزوی مثال سے بیان کیا گیا اب اس آیہ کریمہ میں مزید ایک اور مثال سے واضح کیا جارہا ہے فرمایا یہ زندگی ایسے ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے زمین کی نباتات گنجان ہوگئیں پھر کچھ عرصہ بعد وہ بوسیدہ گھاس رہ جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں ۔ دنیا کو بارش کے پانی سے تشبیہ دینے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بارش کبھی آتی ہے کبھی نہیں، اس کی ایک حالت نہیں رہتی ۔ دنیا کی حالت بھی یہی ہے کبھی ہے کبھی نہیں ایک وجہ یہ بھی ہے بارش کسی کو مفید کسی کو غیر مفید، دنیا بھی ایسے ہی ہے کسی کیلئے مفید ہے کسی کیلئے نقصان دہ اگر کوئی اپنے مال و دولت کو اسلامی اصولوں کے مطابق رکھتا ہے خرچ کرتا ہے تو اس کیلئے مفید ہے، اگر اسلامی قواعد وضوابط سے ہٹ کر رکھتا ہے تو نقصان دہ ہے، ایک معنیٰ یہ بھی دکھائی دیتا ہے بارش زیادہ ہوجائے کھیت بھر جائے اور کھیتی ڈوبنے کا ڈر ہو تو زمیندار بنّا کاٹ کر پانی نکال دیتا ہے اور کھیتی بچالیتا ہے ایسے ہی اگر دولت کثرت سے آجائے اور دولت والے کو ایمان یقین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو زکوٰۃ صدقہ خیرات دے کر اپنے نظریات کا بچالیتا ہے، مال واسباب اپنی ضرورت کے مطابق ہو تو مفید ہے زیادہ ہو تو غیر مفید۔ ضرورت کے مطابق مال ہو تو مفید زیادہ ہو تو نقصان۔ اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا دنیا کی زندگی بہت جلد زائل ہونے والی ہے اب ارشاد ہے مال اولاد زندگی کی خوبصورتی ہیں جو جلد برباد ہوں گے۔

کفار مکہ اپنے مال اسباب کو دائمی جانتے اور فقراء و مساکین پر طعن کرتے۔ اُنہیں حقیقت بتائی جا رہی ہے غلط ناز نخرہ چھوڑ دو تمہاری بیویاں تمہاری اولاد یہ تو تمہارے دشمن ہیں، ''الباقیات الصالحات'' فرما کر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ رب کے پاس ثواب اور اُمید کے بہتر ہیں۔ جن صحابہ کے فقر و مسکنت کو دیکھ کر کفار نے تکبر کیا ان کی اطاعت ان کی عبادت اللہ کے نزدیک بہت بہتر ہے، الباقیات الصالحات کے بارہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا الباقیات الصالحات کو بکثرت پڑھو، وہ یہ ہیں، سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے آپ فرماتے ہیں الباقیات الصالحات یہ کلمات ہیں ''لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ لاقوۃ الا باللہ۔ سعید بن جبر مسروق ابراہیم فرماتے ہیں باقیات صالحات سے مراد پانچ نمازیں ہیں، حضرت جابر فرماتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کرو یہ ننانوے باب بیماری اور تکلیف کے دور کرتا ہے، عبید ابن عمر فرماتے ہیں باقیات الصالحات سے مراد نیک لڑکیاں ہیں کہ وہ اپنے والدین کا بڑا ذخیرہ ہیں۔

دنیا کی بے ثباتی ذکر کرنے کے بعد آخرت کا ذکر فرمایا گیا کہ آخرت دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے، قیامت کے نشانات میں ہے ہم پہاڑوں کو چلائیں گے یعنی نیست و نابود کر دیں گے اور زمین صاف چٹیل میدان ہوگا کوئی عمارت نہ رہے گی، ''بارزۃ'' کا معنیٰ یہ ہے زمین میں چھپی چیزیں باہر آجائیں گی تمام مردے باہر نکال دیں گے اُن کی حالتیں مختلف ہوں گی اور دنیا میں اپنے قیام کو چند دن بتائیں گے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا
كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ؗ بَلْ زَعَمْتُمْ
اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ
الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا
فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ
لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ
وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ
اَحَدًا ﴿۴۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور سارے کے سارے اپنے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے پیش کئے جائیں گے بیشک تم ہمارے پاس اسی حالت میں آ گئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا تمہارا خیال تھا کہ ہم تم سے ملاقات کا وقت مقرر نہیں کریں گے (۴۸) اور نامہ اعمال لکھ دیا جائے گا اور اُسے مجرم ڈرتے ہوئے دیکھیں گے جو کچھ اس میں ہے اور کہیں گے افسوس اس نامہ اعمال کو کیا ہو گیا اس لئے کوئی چھوٹا بڑا گناہ چھوڑا ہی نہیں سب کا احاطہ کر لیا ہے اور جو کچھ انہوں نے عمل کیا تھا سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا (۴۹)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قیامت کے دن کفار و مشرکین کی ایک حالت کا بیان فرمایا جارہا ہے کہ بارگاہ قدس میں صف باندھے حاضر ہوں گے اور اُن سے رب ذوالجلال فرمائے گا کہ آج تم اس طرح خالی ہاتھ بغیر کسی ساز و سامان کے ہمارے ہاں حاضر آئے ہو جیسا کہ تمہیں اول پیدائش کے وقت پیدا کیا تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے خطاب دیا اور فرمایا لوگو تم اپنے رب کے سامنے ننگے بدن پیدل چلتے آؤ گے اور سب سے پہلے جنہیں لباس پہنایا جائے گا وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہوں گے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا سب مرد عورت ننگے ہوں گے اور ایک

دوسرے کو دیکھتے ہوں گے حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ! (رضی اللہ عنہا) ہر ایک کو ایسی فکر ہوگی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملے گا سب کی نظریں اوپر اُٹھی ہوں گی۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے بیان کیا ہے۔

آیہ مبارکہ میں ان کی حاضری کی حالت کا ذکر ہے ہر شخص کا نامہ عمل اس کے سامنے پیش کیا جائے گا حالت پریشان کن ہوگی ڈر کے مارے سہمے ہوں گے چہروں کے رنگ فق ہوں گے اور شرم و حیاء کے بارے کہیں گے ہماری کتاب عمل کو کیا ہے ہر چھوٹے بڑے گناہ کو بتا رہی ہے۔ صغیرہ کبیرہ گناہ کے بارے میں کچھ اختلافی نوٹ ملتے ہیں، جمہور کا مذہب یہ ہے بعض گناہ کبائر ہیں بعض صغائر۔ بعض کہتے ہیں ہر وہ کام جس سے اللہ نے روکا ہے وہ کبیرہ ہے اور ہر گناہ کبیرہ ہے۔ جمہور کا موقف یہی ہے کہ بعض کبائر ہیں بعض صغائر۔ قیامت کو ہر کوئی اپنے کئے عمل کو اپنے سامنے پائیں گے اور یہ اعمال جزا و سزا بن جائیں گے نیک اعمال جنت کی نعمتوں کی شکل اختیار کر لیں گے اور برے اعمال جہنم کی آگ سانپ اور بچھو بن جائیں گے اس معنی کی تائید میں وہ حدیث شریف ہے، زکوٰۃ نہ دینے والوں کا مال قبر میں سانپ کی شکل میں ہوگا اس کو ڈسے گا اور کہے گا ''انا مالک'' میں تیرا مال ہوں، نیک اعمال حسین انسان کی شکل میں انسان کو قبر کی تنہائی میں وحشت دور کرنے کیلئے حوصلہ دلائے گا، قربانی کے جانور پل صراط کی سواری بنیں گے اور گناہ بوجھ کی شکل میں ہر ایک کے سر پر لا دئے جائیں گے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا وہ جنات میں سے تھا بس اس نے رب کے حکم کی نافرمانی کی کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اس کو اور

اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے
دشمن ہیں اور ظالموں کا بدلہ برا ہے (۵۰)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار و مشرکین کا اپنے مال و دولت پر فخر تکبر غرور کا ذکر تھا، اس آیہ مبارکہ میں بھی شیطان کے غرور کا ذکر ہے کفار و مشرکین نے غرباء و فقراء کو حقیر جانا شیطان نے آدم علیہ السلام کو اپنے سے کم جانا اور غرور کیا کہ میں اس سے افضل ہوں آدم کو تو نے مٹی سے بنایا اور میں آگ سے بنا اس صورت میں میں اُسے سجدہ کیسے کروں، شیطان کی سرکشی کے ذکر سے اہل ایمان کو توجہ دلائی جا رہی ہے شیطان نے تمہارے بابا آدم کو سجدہ سے انکار کیا، حالانکہ تمام فرشتے سر بسجود ہو گئے، یہ ابلیس وہی ہے جو تمہیں گمراہ کر رہا ہے جو تمہارے باپ کا دشمن بنا، منکر ہوا وہ تمہارے حق میں اچھا کیسے ہو سکتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں شیطان کو جن فرمایا گیا ہے جن لوگوں نے کہا ابلیس فرشتہ تھا وہ اس صریح آیہ کے خلاف کہا، پھر فرمایا گیا مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ آیہ کریمہ سے پتہ چلتا ہے ابلیس کی اولاد بھی ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا جیسے انسانوں کی اولاد ہے شیطانوں کی بھی ہے یہ بی کہا گیا ہے اس کی اولاد سے مراد ''شرّ'' ہے ریا کاری کرنے والا ہے، مسوط جو لوگوں میں جھوٹی خبریں پھیلاتا ہے اس کی اولاد میں وہ بھی شامل ہے جو بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا کھائے وہ اعود ہے، جو خلو (تنہائی) میں وسوسہ ڈالنے والے شیطان کو ویہان کہا جاتا ہے، نماز و قرأت میں اوباس ڈالنے والے کا نام خنزب ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ابلیس پانی پر تخت بچھاتا ہے پھر اپنے لشکر کو بھیجتا ہے کہ وہ لوگوں میں فتنہ و فساد ڈالے ان میں سے دو شیطان جو میاں بیوی کے درمیان تفرقہ ڈال دے ابلیس اس سے بڑا خوش ہوتا ہے اور اس سے بغل گیر ہوتا ہے شیطان کے حربوں سے بچنے کا بہترین ہتھیار اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ہے

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ شیطان مقرر کیا گیا ہے عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھ بھی، فرمایا میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی وہ مسلمان ہو گیا اور مجھ کو نیک کام کے سوا کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾

صدق اللہ العظیم

نہ میں نے آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت انہیں سامنے بٹھایا تھا نہ خود اُن کے بناتے وقت اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناؤں (۵۱) اور جس دن فرمائے گا کہ پکارو میرے شریکوں کو جو تم گمان کرتے تھے تو انہیں پکاریں گے وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان کر دیں گے (۵۲) اور مجرم دوزخ کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں ڈالے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے (۵۳)

تفسیر

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منکرین ومشرکین سے فرمائے گا تم نے جو مجھے چھوڑ کر بتوں کو میرا شریک بنا لیا میں نے انہیں آسمانوں زمین کی پیدائش کے وقت تو انہیں اپنے سامنے حاضر نہیں کیا اور نہ ہی ان کی اپنی پیدائش کے وقت اور نہ ہی میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا ہوں۔ اس آیہ کریمہ میں معبودانِ

باطل کی بھی تردید ہے اوران لوگوں کی بھی تردید ہے جو زمین واآسمان کے بارہ میں اپنی تحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہوئے مختلف دعوے کرتے ہیں کہ زمین وآسمان کے بنانے کا مقصد یہی ہے جو وہ کہہ رہے ہیں فرمایا زمین وآسمان بناتے وقت نہ مشرکوں کے معبودان باطل موجود تھے نہ غلط دعوے کرنے والے سائنس دان۔ امام رازی فرماتے ہیں ان سے مراد وہ کفار ومشرکین ہیں جو غریب صحابہ پر تنقید کرتے تھے اور حضور ﷺ سے کہتے تھے کہ فقیروں کو اپنی محفل سے الگ کردو تو ہم ایمان لے آئیں گے،ان کے تکبر وغرور کو اس طرح توڑا جارہا ہے کہ آسمان وزمین بناتے وقت میرے شریک نہیں تھے اور نہ ہی میں نے ان سے مدد لی ہے یہ لوگ بھی عام مخلوق کی طرح مخلوق ہیں اور جس دن اللہ حکم فرمائے گا کہ اپنے معبودان باطل کو بلاؤ جنہیں میرا شریک گمان کرتے تھے سو وہ لوگ پکاریں گے اور وہ بت جواب نہیں دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنادیں گے جن مشرکوں نے اللہ کے سوا فرشتوں کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنایا تھا قیامت کے دن وہ انہیں بلائیں گے اور فرشتے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کی پکار کو نہیں سنیں گے پھر مشرکوں اوران کے درمیان حجاب کردیا جائے گا مشرکوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو جنت میں اور فرشتوں کو دارکرامت میں داخل کردے گا۔آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا مجرم لوگ دوزخ دیکھ کر جان لیں گے وہ اس میں ڈالے جائیں گے یہاں پر ظن بمعنی یقین ہے کہ مجرم یقین کرلیں گے وہ اب دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر قسم کی مثال ہر طرح سے بیان کردی اور انسان ہر شئ سے زیادہ جھگڑالو ہے (۵۴) اور لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے کس چیز نے منع کیا جب ان کے پاس ہدایت آچکی تھی سوا اس کے کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا دستور آئے یا ان کے سامنے عذاب آ جائے (۵۵)

تفسیر

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ ہم نے قرآن مقدس میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں کہ لوگ غور وفکر کریں اور کفر وشریک سے باز آجائیں، خودساختہ معبودوں سے ہٹ جائیں مگر انہوں نے ہرگز ایسا نہ کیا دلائل کو ٹھکرا دیا، انبیاء علیہم السلام نے ہدایت کے راستے بتائے مگر بجائے عمل کرنے کے انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ پر طرح طرح کے اعتراضات شروع کردئے نبوت میں شک وشبہات پیدا کرنے لگے، جھگڑا کرنے کو عادت بنالیا انسان کے جھگڑا کرنے کے عنوان کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اس طرح ذکر کیا، ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے مجھے اور اپنی بیٹی فاطمہ سے فرمایا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں جب ہم نے یہ کہا تو حضور ﷺ واپس چلے گئے اور کوئی جواب نہ دیا میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ''وکان الانسان اکثر شی جدید'' اور انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ انسان کے زیادہ جھگڑالو ہونے کے سلسلہ میں امام قرطبی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جو انسان کے جھگڑالو

ہونے کو واضح کرتی ہے یہاں انسان سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک کافر کو پیش کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا میں نے رسول بھیجا تھا اس کے متعلق تیرا کیا معاملہ رہا وہ کہے گا یا اللہ! میں ایمان لایا اس کی اطاعت کی رب فرمائے گا تیرا عمل نامہ سامنے ہے اس میں تو ایسا نہیں وہ کہے گا یا اللہ میں اعمال نامہ کو نہیں مانتا اللہ فرمائے گا ہمارے فرشتے تیری نگرانی کرتے رہے وہ تیرے خلاف گواہی دیتے ہیں یہ کہے گا میں ان کی شہادت بھی نہیں مانتا، اللہ فرمائے گا یہ لوح محفوظ سامنے ہے اس میں بھی ترا یہی حال لکھا ہوا ہے وہ کہے گا میرے اللہ تو نے مجھے ظلم سے پناہ دی ہے یا نہیں اللہ فرمائیگا ہماری پناہ میں ہے اب وہ کہے گا یا اللہ میں ایسی غیبی شہادتوں کو کیسے مانوں جو میری دیکھی نہیں میں تو اسی گواہی کو مان سکتا ہوں جو میرے نفس کی طرف سے اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کے کفر و شرک کی گواہی دیں گے اس کے بعد اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اگلی آیہ کریمہ میں پہلے کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ کے دستور کا ذکر ہے جب بھی کفار کے پاس اسلام لانے کے متعلق دلائل آئے اور انہیں اسلام لانے سے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہوتی پھر بھی ایمان نہ لاتے رب سے معافی نہیں مانگتے تھے ان کے اس رویہ سے معلوم ہوتا ہے وہ پہلے کفار کے طریقہ پر چلنا چاہتے ہین پہلوں کا یہ طریقہ تھا جب بھی انہیں انبیاء نے دعوت حق دی تو کہا جس عذاب سے آپ ہمیں ڈرانے والے ہیں وہ عذاب لاکر دکھائیں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ‌ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَـقَّ‌ وَاتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَمَاۤ اُنۡذِرُوۡا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ‌ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا‌ ؕ وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا‏ ﴿۵۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم رسولوں کو صرف خوشخبری سنانے اور عذاب سے ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں اور کفار باطل کے ذریعہ جھگڑتے ہی تا کہ حق کو زائل کر دیں اورانہوں نے میری آیات کواور جن باتوں سے انہیں تو نے ڈرایا ان کو مذاق بنالیا(۵۶)اوراس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جسے اپنے رب کی آیات سے نصیحت کی گئی سو اس نے منہ پھیر لیا اور اُن کاموں کو بھول گیا جن کو اس کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں بیشک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تا کہ وہ نہ سمجھ سکیں اوران کے کانوں میں بہراپن ہے اوراگر آپ انہیں صحیح راستہ کی طرف بلائیں تو وہ کبھی اس راستہ پر نہیں آئیں گے(۵۷)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں انبیاء ومرسلین کے بھیجنے کا سبب فرمایا گیا ہے اُن کا آنا اس لئے کہ وہ ایمان لانے والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور کفار کو دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں۔ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو حضور ﷺ سے بحث مباحثہ کرتے، جادوگر کہتے اور ان لوگوں نے میری آیات کو مذاق بنالیا۔ آیہ کریمہ میں فرمایا گیا اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جسے نصیحت کی گئی تو اس نے منہ پھیر لیا۔

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی بری عادات کا ذکر فرمایا گیا ہے پہلی عادت تو یہ ہے کہ جب ان کے سامنے

دلائل پیش کیئے جائیں تو منہ پھیر لیتے ہیں، ان کی دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے شان نبوت میں گستاخیاں کیں تو ہم نے ان کے اس کردار کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ان کے کانون میں گرانی پیدا کر دی آیات ربانی سے انکار کے سبب ان کی گمراہی اس قدر بڑھ گئی کہ ان پر کوئی بات اثر ہی نہیں کرتی۔

ان آیات مقدسہ میں انبیاء علیہم السلام کی بے نیازی اور عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اُنہیں لوگوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہیں وہ اپنے پیغام حق سنانے میں مصروف رہتے ہیں، مومنوں کو جنت کی خوشخبری اور کفاروک دوزخ کا ڈر۔ان آیات مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے نبوت کی مخلافت سے دل حق سمجھنے اور کان حق سننے کی صلاحیتوں سے محروم کر دئے جاتے ہیں اور پھر ایسے لوگ کبھی بھی حق پر نہیں آسکتے۔ان آیات میں کفار کی ہٹ دھرمی کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ انہیں نصیحت پہ نصیحت کی جاتی ہے مگر وہ اعراض کرتے رہیت ہیں اور حق کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾

اور آپ کا رب بہت بخشنے والا رحمت والا ہے اور اگر وہ ان کے کردار پر گرفت کرتا تو ضرور ان پر جلدی عذاب بھیج دیتا بلکہ ان کیلئے وعدہ کا وقت مقرر ہے وہ اس سے سر موڑنے نہیں پائیں گے (۵۸) اور یہ بستیاں ہیں جب ان بستیوں والوں نے ظلم یا تو ہم نے انکو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے وقت مقرر کر دیا تھا (۵۹)

صدق اللّٰہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کی ضد ہٹ دھرمی اور سرکشی کا ذکر فرمایا گیا، چاہئے تو یہ تھا اُن بد کردار لوگوں کو جلد عذاب میں مبتلا کر دیا جتا ان کی آزادی فوراً ختم کر دی جاتی ہمارا غضب قہر جلال انہیں برباد کر دیتا، مگر مگر اے محبوب! تیرا رب بہت بخشنے والا ہے بڑا رحمت والا ہے اس کی رحمت وسیع ہے، دشمنوں پر بھی نعمتوں کے دروازے بند نہیں کرتا یہاں تک کہ انہیں دی گئی مہلت کا وقت ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس وقت اُس کے بغیر کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔ معافی درگزر والا دروازہ صرف رب قدوس کا ہی ہے۔ اس کے بعد فرمایا یہ بستیاں ہیں جب ان بستیوں والوں نے ظلم کیا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اس سے مراد پہلے لوگوں کی بستیاں ہیں یعنی نوح، ثمود اور قوم لوط کی بستیاں جب ان لوگوں نے اہل مکہ کی طرح ظلم کیا تو ہم نے انہیں ایک وقت معین تک مہلت دی اور جب وہ اس وقت تک اپنے ظلم و ستم کفر و شرک سے باز نہ آئے، توبہ نہ کی تو پھر ہمارے عذاب نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور انہیں اپنے کردار کی سزا مل گئی۔ ''لما ظلموا'' کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے ان کی یہ سزا اُن کے ظلم کے نتیجہ میں ہے۔ ان کا ظلم حقوق اللہ، حقوق العباد، حقوق نفس، حقوق معاشرہ میں پھیلا ہوا تھا جس کی سزا ملی۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾
فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا
فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾
فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز
لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾
قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ
فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ
اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ
فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے کہا میں مسلسل چلتا رہوں گا حتی کہ میں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ جاؤں یا سالہا سال تک چلتا رہوں گا (۶۰) پس جب وہ دونوں دو سمندروں کے سنگم پر پہنچ گئے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، مچھلی نے سمندر میں سرنگ بناتے ہوئے اپنا راستہ بنالیا (۶۱) پھر جب وہ دونوں اس جگہ سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے تھکاوٹ پہنچی ہے (۶۲) اس ساتھی نے کہا (اے کلیم) آپ نے دیکھا جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے بھلا دیا کہ میں اس کا ذکر کروں اور بڑے تعجب کی بات ہے اس نے اپنا رستہ دریا میں بنالیا (۶۳)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار و مشرکین کے تکبر و غرور کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں بنی اسرائیل کے ایک جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کیلئے لمبا سفر فرمایا جس میں عجز و انکساری پائی جاتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے تکبر و غرور و سرکشی خدا کے باغی انسانوں کی

عادت ہےاور عجز وانکساری اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی عادت ہے،موسیٰ علیہ اللسام بنی اسرائیل کے نبی ہیں بعض نے کہا کہ یہ موسیٰ بنی اسرائیل والے موسیٰ نہیں بلکہ موسیٰ بن افرائیم بن یوسف ہے مگر یہ صحیح نہیں یہ نظریہ نوفل بکالی کا ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نوفل بکالی کے قول کا ردّ کیا ہےاور فرمایا ہمیں ابی بن کعب نے بتایا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے آپ سے پوچھا گیا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ سوال سے محسوس ہوتا ہے موسیٰ علیہ السلام اپنے خطاب میں بہت ہی علمی جواہر پارے بکھیر رہے تھے تبھی تو یہ سوال ہوا۔آپ نے فرمایا میں بڑا عالم ہوں اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ آپ نے علم کو اپنی طرف منسوب کیا۔اس کی ذات کی طرف منسوب کیوں نہ کیا، اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے،عرض کی یا اللہ میں اُس سے کیسے مل سکتا ہوں حکم ہوا، مچھلی ٹوکری میں رکھ لو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہ میرے اس بندے کی جگہ ہے۔

ان آیات مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام اوران کے خادم یوشع کے سفر کا ذک فرمایا گیا ہے جب وہ دونوں مجمع البحرین پہنچے تو وہ وہاں پر مچھلی بھول گئے، آگے جا کر موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے ناشتہ کا مطالبہ فرمایا کہ اس سفر سے کوفت ہوئی ہے تو حضرت یوشع نے کہا حضور جہاں ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے میں وہاں پر مچھلی بھول گیا اور یہ بھلانے کا کام شیطان سے ہے یاد نہ رہا،تعجب ہے اس مچھلی نے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا، مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں چلے جانے کے ساتھ ایک دوسرا اہم واقعہ پیش آیا۔مچھلی دریا میں گئی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں پر پانی کو روک دیا، پانی کے اندر ایک سرنگ کی طرح شکل ہوئی یوشع بن نون اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے،موسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے یوشع مچھلی کا یہ اہم واقعہ موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے تھے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى
اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ
اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ
لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ
عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾
قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾
قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا
وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾

صدق اللہ العظیم

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا یہی تو وہ چیز ہے جسے
ہم ڈھونڈ رہے تھے تو وہ دونوں اپنے قدموں
کے نشانوں کی پیروی کرتے ہوئے پیچھے لوٹے
(٦٤) ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے
ایک ندے کو وہاں پایا جس کو ہم نے اپنے پاس
سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے پاس سے علم لدنی
عطا کیا تھا (٦٥) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا
میں آپ کی اس شرط پر پیروی کروں کہ آپ مجھے
وہ سکھائیں گے جو علم آپ کو دیا گیا ہے (٦٦)
اس بندے نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر
نہیں کرسکیں گے (٦٧) اور آپ اس چیز پر کیسے
صبر کرسکتے ہیں جس کا آپ کے علم نے احاطہ نہیں
کیا (٦٨) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا آپ مجھے
ان شاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ
کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا (٦٩)

تفسیر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سفر میں آپ کیلئے کئی امتحان تھے، سیدنا خضر علیہ السلام کے مقام کا پتہ مبہم سا ہے یہ بھی ایک امتحان ہے مچھلی کا بھول جانا بھی ایک امتحانی مرحلہ ہی معلوم ہوتا ہے دونوں مسافروں پر بھوک کا مسلط ہونا بھی امتحانی مرحلہ ہے، ایک دن ایک رات کے سفر کے بعد بھوک محسوس ہونے پر مچھلی کا

یاد آنا یہ بھی امتحانی مرحلہ ہے ورنہ بھول پہلے محسوس ہو جاتی ، بہر حال دونوں مسافر اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے تو اُسی مقام مجمع البحرین پر ہمارے اس بندے سے ملاقات ہو گئی جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت اور علم لدنی عطا کیا تھا خضر علیہ السلام کے بارہ میں مختلف روایات ملتی ہیں ، آپ نبی تھے یا ولی مگر جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے آپ نبی تھے ۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں اگر خضر نبی نہیں تو ایک عظیم نبی کو غیر نبی کی طرف بھیجا جانا موزوں معلوم نہیں ہوتا ۔ رہا یہ سوال کہ قرآن مقدس میں نام نہیں تو یہ سوال اہمیت نہیں رکھتا بہت سے انبیاء علیہم السلام کے نام قرآن مجید میں نہیں ملتے ، قرآن پاک میں بہت تھوڑے نام ملتے ہیں جبکہ تعداد انبیا کہیں زیادہ ہے ۔

سیدنا خضر علیہ السلام کو بذریعہ وحی الٰہی بعض احکام دئے گئے تھے جو ظاہر ریعت کے خلاف تھے انہوں نے جو کچھ کیا استثنائی حکم کے ماتحت کیا قرآن مقدس نے بھی اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے '' وما فعلتہ عن امری '' میں جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ امر الٰہی سے کیا ہے ۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون جب پیچھے آئے تو چٹان پر ایک شخص کپڑا اوڑھے موجود ہے ، یہ سمندر کے وسط میں ایک سرسبز جزیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت سعید بن جریر فرماتے ہیں چادر کا ایک پلو سر پر تھا دوسرا پاؤں کے نیچے ، آپ کو خضر (علیہ السلام) اس لئے کہا جاتا ہے کہ جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں سبزہ ہو جایا کرتا تھا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا حضرت خضر نے کہا سلامتی کہاں ہے ، موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ ہوں ، انہوں نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو ، موسیٰ علیہ السلام نے کہاں ہاں اب وہ گفتگو ہوئی جسے قرآن مقدس نے اس آیہ پاک میں بیان کیا ہے ، سیدنا موسیٰ علیہ السلان نے کہا میں اس شرط پر آپ کی پیروی کرتا ہوں کہ مجھے وہ علم سکھائیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے ، سیدنا خضر علیہ السلام کہتے ہیں آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے ، اے موسیٰ میرے پاس اللہ کا عطا کیا وہ علم ہے جو آپ کے پاس نہیں آپ کے اس ایسا علم ہے جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے میرے پاس نہیں ، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں تیرا کوئی حکم نہ ٹالوں گا ۔ وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ
شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾
فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ
لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا
تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ
أَمْرِي عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا
غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا
نُكْرًا ﴿٧٤﴾

صدق اللہ العظیم

اُس بندے (خضر) نے کہا اگر آپ میرے
ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے
متعلق سوال نہ کریں یہاں تک کہ میں آپ سے
خود اس کا ذکر کروں (۷۰) پس وہ دونوں
(موسیٰ وخضر علیہما السلام) چل پڑے یہاں تک
کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو اُس بندے
(خضر) نے کشتی کو شگاف کر دیا موسیٰ (علیہ
السلام) نے کہا آپ نے اس لئے شگاف کیا
ہے کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو یقیناً آپ نے
اچھا کام نہیں کیا (۷۱) اُس بندے (خضر) نے
کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ
چل کر صبر نہیں کر سکو گے (۷۲) آپ نے (موسیٰ
علیہ السلام) نے کہا مجھ پر گرفت نہ کرو میں بھول
گیا ہوں اس وجہ سے مجھ پر سختی نہ کرو (۷۳) پھر
وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ ایک بچے سے ملے
تو اس کو قتل کر دیا، کہا (موسیٰ علیہ السلام) نے
آپ نے معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے
بغیر قتل کر دیا آپ نے اچھا کام نہیں کیا (۷۴)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا ذکر تھا کہ آپ نے خضر علیہ السلام سے کیا اگر میں آپ کی اتباع کروں تو مجھے وہ اپنا خاص علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے بتا دیں گے، موسیٰ علیہ السلام کا انداز طلب بتاتا ہے کہ اہل علم سے علم حاصل کرنے کیلئے کس قدر ادب و احترام کی ضرورت ہے، آپ بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی ہوتے ہوئے بھی خضر علیہ السلام سے احترام اور خلوص کا مظاہرہ کر رہے ہین، خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر کے ساتھ نہیں رہ سکیں گے، آپ نے جواب دیا تھا کہ میں آپ کے کسی معاملہ میں دخل نہیں دوں گا۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا حضرت خضر نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو کسی چیز کے متعلق مجھ سے کسی قسم کا سوال نہیں کریں گے یہاں تک کہ میں آپ سے خود ذکر نہ کردوں۔ آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو حضرت خضر علیہ السلام کا تابع قرار دیا ہے ،اس میں بہت عاجزی پائی جاتی ہے، یہ بھی پتہ چلتا ہے موسیٰ علیہ السلام رشد کے طلبگار تھے،اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا تھا کہ پوچھا آپ موسیٰ بنی اسرائیل والے ہیں، جانتے تھے یہ وہی نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ مشرف کلام سے نوازا ہے، بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ حضرت خضر کو یہ پتہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر ایسی بات پر اعتراض کریں گے جو ظاہر شریعت کے خلاف ہوگی اور اس طرح یہ سلسلہ تعلیم و تعلم دیر تک نہیں چل سکے گا اور فرمایا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، موسیٰ و خضر علیہما السلام کے درمیان اس گفتگو کے بعد سفر کرنا طے ہوگیا اور دونوں سفر پر چل پڑے، دونوں سمندر کے کنارے جا رہے تھے پاس سے ایک کشتی گزری انہوں نے کشتی والے سے کہا کہ انہیں سوار کرلے، کشتی والے نے حضرت خضر کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کرلیا، اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ توڑ دیا، تو موسیٰ علیہ السلام

جھٹ بولے کہ آپ نے کشتی کا تختہ توڑ دیا ہے حالانکہ انہوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں لیا، یہ تو آپ نے کشتی والوں کو ڈبونے کا کام کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی اور فرمایا میری بھول پر گرفت نہ کریں اور میرے کام کو مجھ پر سخت نہ کریں، پھر آگے چلے تو ایک دوسرا واقعہ پیش آ گیا ان دونوں کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی، حضرت خضر نے اُسے قتل کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر کہا آپ نے ایک بے قصور بچے کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا، آپ نے بہت عیب والا کام کیا۔ بخاری شریف میں ہے یہ بچہ کھیل رہا تھا حضرت خضر نے اُسے پکڑا اور ذبح کر دیا، حضرت خضر کو بذریعہ کشف یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس بچہ کے دل پر کفر کی مہر لگ گئی ہے وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر میں مبتلا کر دیا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ